دشت جنوں
آمنہ ریاض
http://readngpointpk.blogspot.be
READING POINT
Design By
A.S

دشتِ جنوں

رات کا دوسرا پہر تھا۔

کاتک کی دھند نے بشام کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔اونچے قد آور درخت تن کر لیکن ایسے ساکت کھڑے تھے جیسے گہری نیند میں ہوں۔ کبھی کبھی ہوا کا کوئی جھونکا آتا اور پہاڑ کے سینے پر سانپ کی طرح بل در بل بچھی ہوئی پگڈنڈیوں پر گربہ پائی سے چلتا خود رو جنگلی گھاس میں تحلیل ہو جاتا۔

تو وہ پگڈنڈیاں جن پر ہوا کا جھونکا بھی رات کا احترام کرتے ہوئے احتیاط سے چلتا تھا انہی پگڈنڈیوں پر ایک وجود خوف کے احساس سے بدحال دوڑتا ہوا دکھائی دینے لگا۔اسکے ماتھے سے خون بہہ رہا تھا۔سنہرے لبادے سے بنی گٹھری کو اس نے سینے سے لگا رکھا تھا اور اس طرح بھاگ رہی تھی جیسے کوئی اس کے تعاقب میں ہو۔گو کہ اس کا چھریرہ بدن جوانی کی حکائیت سناتا تھا لیکن خوف سے بوجھل آنکھیں بتاتی تھی کہ خوابناک زندگی کا ہر خواب ملیامیٹ ہو چکا ہے۔بھاگتے بھاگتے اس نے دیکھا نیچے ،بہت دور،وادی دھند کے باعث اس کی بصارت سے اوجھل ہو چکی تھی۔پھر اس نے پیچھے دیکھا۔اس سے بہت دور قلعہ فلک بوس اپنے پورے طمطراق سے سر اٹھائے کھڑا تھا۔آرائشی قمقمے جن سے پوری عمارت کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا ابھی بجھائے نہیں گئے تھے لیکن سناٹا پوری عمارت کو نگل چکا تھا۔

معاً ایک حقیقت اس کے سر پر قیامت بن کر ٹوٹی۔وہ جتنی دیر سے بھاگ رہی تھی اب تک اسے قلعہ فلک بوس کی حدود سے مکمل طور پر باہر نکل جانا چاہیئے تھا لیکن بھاگتے بھاگتے انہی راستوں پر آگئی تھی جن کو اس کے بھاگتے ہوئے قدموں نے کچھ دیر پہلے عبور کیا تھا۔اور یہ تیسری بار ہوا تھا۔کس قدر احمق تھی وہ۔جو سوچ رہی تھی کہ قلعہ فلک بوس سے دور چلی جائے گی۔جس عمارت کے اسرار نے پوری وادی کو اپنی لپیٹ مین لے رکھا تھا اس عمارت میں زندگی بیدار ہو جانے کے باوجود رات کے اس پہر اس کی حدود سے نکلنا آسان نہیں تھا۔

اپنی بیوقوفی کا احساس ہوتے ہی خوف کی شدید ترین لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں دوڑ گئی۔ذرا سا دھیان ہٹا۔اور وہ منہ کے بل گری۔لبوں سے کراہ برآمد ہوئی لیکن پہاڑوں کے سناٹوں میں آوازیں گونجتی ہیں سو اس نے تکلیف کی شدت کے باوجود آواز کو دبا لیا۔ہاتھوں میں دبوچی ہوئی سنہری گھڑی چھوٹ کر دور جا گری تھی۔اس سے پہلے کہ وہ لپک کر اپنی قیمتی متاع اٹھاتی قلعہ فلک بوس سے پرے کہیں دور کسی جنگلی بھیڑیے نے رونا شروع کیا اور سناٹے اور دھند کے پردے میں شگاف پڑ گیا۔

اسی وقت درخت کی اوٹ سے ایک اور سایہ برآمد ہوا۔اسے دیکھ کر لڑکی کی آنکھوں میں ہراس پھیل گیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ ایک بھی لفظ زبان سے نکال پاتی سائے نے اپنی اوٹ سے ہاتھ باہر نکال کر بلند کیا۔ہاتھ میں تیز دھار خنجر تھا۔قلعہ فلک بوس کے آرائشی

قہقہوں کی ایک لہر خنجر کی دھار سے ٹکرائی۔ خنجر ہوا میں لہرایا اور لڑکی کے عین دل کے مقام پر گڑ گیا۔ اس کے حلق سے ایک دلدوز چیخ نکل کر بشام کے سناٹے کو چیرتی چلی گئی۔

عین اس وقت جب بشام اس چیخ سے لرز رہا تھا ٹھیک اسی وقت قلعہ فلک بوس کی آرائشی بتیاں ہمیشہ کے لئے بجھا دی گئیں تھیں۔

"آپ کیف کو سمجھاتے کیوں نہیں ہیں ؟"

ناراضی سے پوچھا۔

"کیا سمجھاوں؟" عرفات حیران ہوئے۔

"یہی کہ مجھ سے بدتمیزی نہ کیا کرے۔" ٹھنک کر کہا۔

عرفات مزید حیران ہوئے۔ "اس نے کب بدتمیزی کی؟"

"ابھی ابھی آپ کے سامنے"

"تمہیں چڑا رہا تھا وہ۔" رسان سے بولے

"ہاں تو ایک ہی بات ہے" اس نے فورا کہا۔ "چڑانا بھی تو بدتمیزی ہی ہوتی ہے۔"

"تمہیں خانخواہ ہی کیف سے شکایت رہتی ہے ورنہ وہ تو اتنا اچھا بچہ ہے کہ روتے ہوئے کو ہنسادے۔" انہیں کیف سے بہت پیار تھا اور یہ پیار اسوقت ان کے لہجے سے جھلک رہا تھا۔

خوش نصیب بدمزہ ہو گئی۔

"ہنسا تو جوکر بھی دیتا ہے اس میں کیا کمال کی بات ہے۔" بڑبڑاتی ہوئی آگے بڑھی اور کھڑکی کھول دی۔

کمرے میں داخل ہو تو داہنے ہاتھ پر پلنگ بچھا تھا۔

دوسری طرف کتابوں کی الماریاں اور اسٹڈی ٹیبل۔ سامنے ایک پرانی طرز کی دو پٹ والی کھڑکی، جو اس حویلی نما مکان کے مرکز میں کھلتی تھی۔ کمرہ چونکہ دوسری منزل پر تھا تو اس کھڑکی میں کھڑے ہو جاؤ تو سب کے پورشنز دکھائی دیتے تھے اور ایسی ہی کئی کھڑکیاں دروازے سبھی کے پورشنز میں تھے۔

کیف کو جب کوئی کام ہوتا تو اپنی کھڑکی سے خوش نصیب کی کھڑکی پر پتھر مارتا۔ اور بہت سی باتوں کی طرح اس بات سے بھی خوش نصیب چڑ جاتی تھی لیکن اتنے بہت سے سالوں میں کیف کی عادت بدلی نہ خوش نصیب کی چڑچڑاہٹ۔

بالکل سیدھ میں تھوڑا سا بائیں طرف دیکھو تو خوش نصیب کا پورشن تھا اور جو بقول خوش نصیب اگر روشن ای کا سگھڑاپا اور نفاست پسندی کا ساتھ نہ ہوتا تو اب تک موہنجوداڑو کے کھنڈرات سے مشابہہ لگنا شروع ہو چکا ہوتا۔

تو یہ کھڑکی خوش نصیب کی پسندیدہ جگہ تھی۔ وہ ہمیشہ عرفات ماموں کے کمرے میں آتی اور کھڑکی کھول کر کھڑی ہو جاتی۔

اب بھی اس نے یہی کیا۔کیف کے باہر جاتے ہی استحقاق سے آگے بڑھی اور کھڑکی کے پٹ وا کر دیئے۔نیچے فضل منزل کا احاطہ تھا کھلا اور خالی ہو کر بھی پر رونق۔

شام کا آسمان کھلا کھلا اور پر بہار دکھائی دیتا تھا جبکہ نیچے احاطے کے فرش کی سرخ اینٹیں دھل دھلا کر نکھری ستھری سی لگ رہی تھیں۔

خوش نصیب نے سب کے پورشنز میں ایک اڑتی پڑتی نظر ڈالی اور گردن موڑ کر عرفات ماموں کو دیکھا

"آپ کو پتا ہے مجھے آپ کی یہ کھڑکی کتنی اچھی لگتی ہے؟"اس کے انداز میں دبا دبا سا جوش تھا۔

عرفات اپنی مطلوبہ کتاب نکال کر واپس ایزی چیئر پر بیٹھ چکے تھے۔چشمہ لگائے،کتاب ہاتھ میں پکڑے،مدبر مدبر سے۔

اس سوال پر رخ میز کی طرف موڑتے ہوئے ایک نظر اسے دیکھا اور بولے۔

"بہت اچھی طرح سے"سنجیدگی سے بولے۔"اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تم اس کھڑکی سے سب کے گھروں میں نظر رکھ سکتی ہو ہے ناں؟یہی بات؟"

خوش نصیب نے بے ساختہ زبان دانتوں تلے دبائی۔اسے ہمیشہ لگتا تھا جو اس کے دل میں ہے وہ کوئی جان نہیں سکتا۔وہ خود کو ایسا ہی ہوشیار،چالاک،ذہین اور پتا نہیں کیا کیا سمجھتی

تھی لیکن ساری ہوشیاری اور ذہانت عرفات ماموں اور کیف کے سامنے دھری کی دھری رہ جاتی۔ عرفات ماموں تو پھر بھی نرم لہجے میں اپنے مخصوص مدبرانداز میں اس کے ارادوں کی نشاندہی کرتے تھے۔وہ کیف کا بچہ تو ایسے تاک کر وار کرتا کہ خوش نصیب دنوں سلگتی رہتی۔

"اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔" منہ کے زاویے بگاڑتی ہوئی وہ پلنگ پر بیٹھ گئی۔ "اتنی اچھی لگتی ہیں مجھے یہ کھڑکیاں اور دروازے ایسے جیسے کوئی پرانے زمانے کی فینٹسی ہو۔"

عرفات نے جواب نہیں دیا خاموشی سے کتاب کے صفحے پلٹتے رہے۔

خوش نصیب کے دل میں چور تھا سو چپکے چپکے انہیں ٹٹولتی نظروں سے دیکھا۔اس کے حساب سے سب تو ڈانٹ چکے بس عرفات ماموں ہی باقی رہ گئے تھے۔خوش نصیب چاہتی تھی وہ بھی ایک بار اسے سنالیں تاکہ اس کے دل سے بوجھ تو کچھ کم ہو۔ظاہر ہے ان کے سامنے تو کھل کر بولا جا سکتا تھا۔دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے یہ بھی ایک اچھا بلکہ بہترین پلیٹ فارم تھا۔

"آپ مجھے نہیں ڈانٹیں گے؟" بلآخر اس نے کہا

"پہلے کبھی ڈانٹا ہے؟" انہوں نے بنا اس کی طرف دیکھے پوچھا۔

"نہیں ڈانٹا تو نہیں ہے۔" وہ جھینپ سی گئی۔

"پھر ؟"

"سمجھائیں گے تو ضرور" تروٹھے پن سے بولی۔"میں جانتی ہوں سب کی طرح آپ کو بھی یہی لگتا ہے کہ میں ہی غلط ہوں۔اور صباحت تائی جان تو آپ کی بہن بھی ہیں وہ بھی سگی والی۔"

"سوال یہ نہیں کہ سب کو کیا لگتا ہے سوال یہ ہے کہ تم خود کو کیا سمجھتی ہو۔"اب وہ بھی اسکول ٹیچر کی طرح شروع ہوئے۔

"مجھے تو یہی لگتا ہے کہ میں ہی صحیح ہوں" گردن اکڑا کر بولی۔"اور آپ سے تو کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں ہے جو کچھ بھی سارے خاندان والوں نے ہمارے ساتھ مل جل کر کیا وہ آپ کے سامنے ہی تو ہوتا رہا ہے۔"

"بس کر دو خوش نصیب! نکل آؤ اس خود ترسی سے" نرمی سے کہا۔"تمہیں اعتراض ہے کہ تم لوگوں کو تمہارا جائز حق نہیں دیا گیا اپنی دنیا سے باہر نکلو اور باقی دنیا میں جھانک کر دیکھو۔انسانوں کے ایسے ایسے مسائل ہیں کہ تم سن کر ہی دنگ رہ جاؤگی اس پر بھی کمال یہ ہے کہ وہ شکایت کا حرف زبان تک نہیں لاتے۔"

وہ سانس لینے کے لئے لمحہ بھر رکے۔خوش نصیب کو دوبارہ سے اسٹارٹ لینے کے لئے اتنا ہی وقت کافی ہوتا تھا۔چابی لگی گاڑی کی طرح فوراً چوتھے گیئر میں چل پڑی۔

"کوئی ولی ہونگے وہ سب ہم سے تو نہیں ہوتا اتنا درگزر۔"

"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔" عرفات نے سر ہی جھٹک دیا اسے سمجھانا فضول تھا۔

"اچھا اب ناراض تو نہ ہوں۔" اسے فکر ہوئی۔

"ناراض نہیں ہو رہا لیکن تمہارے ساتھ سر کھپانے کا کوئی فائدہ بھی نہیں ٹھیک ہی کہتا ہے کیف!"

خوش نصیب کے کان فورا کھڑے ہوئے۔

"کیا کہتا ہے کیف؟"

عرفات کو احساس ہوا اب یہ نیا دفتر کھول کر بیٹھ جائے گی تو بات سمیٹ کر بولے۔

"ارے کچھ نہیں کہتا لیکن تمہیں ذرا سی بات کے لئے آپے سے اتنی بدتمیزی نہیں کرنی چاہیئے تھی۔اس لئے نہیں کہہ رہا کہ میری بہن ہیں اس لئے کہہ رہا ہوں کیونکہ تمہاری بزرگ ہیں بزرگوں کا احترام کرو گی تو زندگی میں کامیاب رہو گی"

"صباحت تائی جان اور فضیلہ چچی مجھے ڈائن، چڑیل، کالی بلی، پچھل پیری اور پتا نہیں کیا کیا کہتی ہیں "روہانسی ہو گئی۔

"تم ہو؟نہیں ناں تو اگنور کر دیا کرو ان کی باتوں کو کسی کے کچھ کہنے سے تم ویسی بن تو نہیں جاوگی ناں خوش نصیب!" رسان سے کہا پھر موضوع بدل دیا وہ اس کے آنسو نہیں دیکھ سکتے تھے۔

"اچھا چھوڑو یہ بات نہیں کرتے کوئی اور بات کرتے ہیں۔"

"اور کونسی بات؟" اس نے آنکھیں رگڑ کر پوچھا۔

"آگے کیا ارادہ ہے؟ تم نے کہا تھا ماسٹرز کرو گی؟ ایڈمیشن کب سے شروع ہو رہے ہیں؟"

"کونسی یونیورسٹی کہاں کا ایڈمیشن" دل پھر بھر آیا۔ "اکیڈمی میں دو چار اسٹوڈنٹس آگئے ہوتے تو ایڈمیشن کی فیس بھی جمع ہو جاتی روشن امی تو پہلے ہی کہہ چکی ہیں اخراجات بہت ہیں ایڈمیشن کا سوچنا بھی مت۔"

"فیس بھی مل جائے گی تم فارم منگوا لو۔" انہوں نے آہستگی سے کہا۔ اس بات کا مطلب خوش نصیب بخوبی جانتی تھی سو بددلی سے بولی۔

"رہنے دیں عرفات ماموں! میں پرائیویٹ پڑھ لونگی آپ سے پیسے لینے کے لئے روشن امی کبھی راضی نہیں ہونگی۔"

"تم فارم منگواو تمہاری امی سے میں خود بات کرلونگا۔"

وہ قائل ہوئی یا نہیں چپ ضرور ہو گئی پھر کچھ خیال آنے پر بولی۔

"ہم یہ حویلی بیچ کیوں نہیں دیتے؟ کروڑوں میں قیمت لگے گی ایمان سے کمرشل پلاٹ ہے سب کے وارے نیارے ہو جائیں گے۔" اپنے مخصوص انداز میں ہتھیلی پر تالی بجا کر بولی۔

"چلو اب تم یہ نئی بحث چھیڑ کر بیٹھ جاو" عرفات خفیف سا ہنس دیئے۔ "تمہیں یہ گھر پسند نہیں ہے؟"

"ارے کوئی ایسا ویسا؟" آنکھیں پھیلا کر اور ہنس کر بولی۔ "مجھے تو خواب میں بھی یہی گھر نظر آتا ہے پتا ہے عرفات ماموں! کبھی کبھی مجھے خواب آتا ہے کہ میں سفید جوڑے پر رنگین دوپٹہ اوڑھے ان کھڑکیوں سے جھانک رہی ہوں کبھی صحن میں بھاگتی ہو ںکبھی بارش ہونے لگتی ہے اور میں اس رم جھم بارش میں آم کی شاخوں پر جھولا جھول رہی ہوں" پلنگ کا پایا پکڑے وہ جیسے اپنے خواب میں ہی کھو گئی۔

عرفات نے زیرلب مسکراتے رہے۔

"تمہارے خواب بھی تمہاری طرح دلچسپ ہیں۔"

"دلچسپ؟ اجی! احمقانہ کہیے۔" کیف کی آواز آئی۔

خوش نصیب کا خواب چھن سے ٹوٹ گیا۔ برا سا منہ بنا کر اسے دیکھا۔ وہ اندر آچکا تھا اور شرارت سے مسکرا رہا تھا عقب سے نکل کر شیرو نے چائے کی ٹرے میز پر رکھ دی۔

"تم میرا کوئی خواب پورا ہونے نہ دینا۔" لڑاکا عورتوں کی طرح بولی۔

"صرف میں ہی تو ہوں جو تمہارے سارے خوابوں کو پورا کرسکتا ہوں لیکن تم سمجھتی ہی نہیں۔" شرارتی آنکھیں غیر سنجیدہ انداز۔

خوش نصیب جھنجھلا کر اٹھی۔اپنا چائے کا کپ اٹھایا۔

"کپ بعد میں بھجوا دوں گی۔"اور کیف کو کھا جانے والی نظروں سے گھورتی باہر نکل گئی۔

"اچھی بات ہے ورنہ تمہارا کوئی پتا نہیں چائے کے ساتھ کپ کو بسکٹ سمجھ کر کھا جاؤ"

خوش نصیب نے اپنے پیچھے کیف کی آواز اور پھر قہقہہ سنا تھا۔جان جل کر خاک ہی ہو گئی۔

وسامہ پلنگ پر تکیوں کے سہارے بیٹھا ہوا تھا۔

آئے کت نے ایک ٹیبلٹ اپنے ہاتھ سے نکال کر اس کی طرف بڑھائی۔وسامہ نے بنا کسی اعتراض کے ٹیبلٹ زبان پر رکھی اور پانی کے ایک گھونٹ کے ساتھ حلق سے اتار کر گلاس آئے کت کی طرف بڑھا دیا۔پانی پیتے ہوئے اس نے دیکھا معاویہ جھجکا ہوا سا کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔

"مجھے بات کرنی ہے۔"

اس سے پہلے کہ وسامہ کوئی جواب دیتا آئے کت نے کہا۔

"ابھی نہیں معاویہ! وسامہ کو آرام کرنے دو۔"لہجہ نرم لیکن دو ٹوک تھا۔

"تم ہمیشہ میرے اور میرے بھائی کے درمیان آجاتی ہو؟"معاویہ جذباتیت سے بولا۔

آئے کت نے گردن موڑ کر اسے ناراضگی سے دیکھا۔

"یہ وقت کسی بے تکی بحث کا نہیں ہے معاویہ!"

"بھائی!"معاویہ نے بچوں کی طرح منہ بسور کر مدد طلب نظروں سے وسامہ کو دیکھا۔

"آئے کت ٹھیک کہہ رہی ہے معاویہ!"وسامہ نے کہا۔"میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔"معاویہ نے ناراضی سے کہا اور کمرے سے باہر جانے لگا۔

"لیکن تم باہر مت جاو یہیں رکو ایسا نہ ہو وہ تمہیں کوئی نقصان پہنچا دے۔"وسامہ کے لہجے میں ایک بار پھر ہراس نمایاں ہونے لگا تھا۔

"وہ کون؟"معاویہ نے ذرا سا رخ موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔اس کا انداز کسی قدر جھنجھلاہٹ والا تھا۔

"وہ آسیب آیو شمتی کی روح۔"اس کی آواز بیحد ہلکی اور خوف سے سرسرا رہی تھی۔

"ان محترمہ سے تم خوف کھاتے رہو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی وہ۔"اس نے چڑ کر کہا اور دھڑ سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

ان دونوں نے معاویہ کو کمرے سے جاتے دیکھا پھر وسامہ نے آئے کت سے کہا۔

"آئے کت!"وہ بے چین سا ہو رہا تھا۔ "اسے سمجھاؤ"

"بچہ ہے کچھ وقت گزرے گا تو سمجھ جائے گا۔"اس نے بھی آہستگی سے کہا۔

"نہیں وہ اب ناراض ہو گیا ہے۔"اس کا لہجہ مزید بجھ گیا تھا۔"اس سے کہو کم سے کم وہ تو مجھ سے ناراض نہ ہو۔"

"آپ فکر کیوں کرتے ہیں۔"آئے کت نے محبت سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔"سب راضی ہو جائیں گے آپ سے کوئی ناراض نہیں رہے گا"

"خدا کرے میرے مرنے سے پہلے یہ وقت آجائے۔"وسامہ نے چھت کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی بے بسی سے کہا تھا۔

"وسامہ!"آئے کت نے دہل کر اسے ٹوکا۔"پلیز اس طرح کی باتیں مت کریں آپ کو کچھ ہوا تو میں کیسے زندہ رہوں گی۔"وہ روہانسی ہو گئی تھی۔

"میں تو پہلے ہی ایک لاش ہوں میرا کیا فائدہ ہے تمہیں۔۔"وہ بہت مایوس لگ رہا تھا۔

"آپ اس طرح کی باتیں کریں گے تو میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔"اس نے زچ ہو کر کہا۔ وسامہ نے دیکھا آئے کت کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو دکھائی دے رہے تھے جنہیں پلکوں کی سرحد عبور کرنے سے روکنے کے لئے اس بیچاری کو خود پر بڑا جبر کرنا پڑ رہا تھا۔اس نے ہونٹ بھینچ رکھے تھے پھر بھی آنسو اس کے گالوں پر بہنے لگے۔

وسامہ نے اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے پکڑ کر اپنی پیشانی سے لگا لیا۔

"میں جانتا ہوں میرا ناکارہ وجود تمہارے کسی کام کا نہیں ہے یہ تمہاری محبت ہے اور تمہاری رحمدلی جو تمہیں میرے ساتھ رہنے پر مجبور کر رہی ہے میں تمہارا احسان کبھی نہیں چکا سکونگا آئے کت!"

آئے کت نے ایک گہری سانس لی اور اپنا ہاتھ اس کی مضبوط گرفت سے چھڑوا کر نرمی سے اس کا سر سہلانے لگی۔

"آپ سو جائیں کچھ دیر سوئیں گے تو بہتر محسوس کریں گے۔"

"ہاں میں سو جاتا ہوں" اس نے بھی گہری سانس لے کر آنکھیں موند لیں۔ "مجھے نیند آ رہی ہے تم یہیں رہو کہیں آیوشتی تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا دے معاویہ کو بھی بلا لو اسے بھی اکیلے نہیں رہنا چاہیے"

آنکھیں موندے وہ بولتا رہا یہاں تک کہ اس کے ہاتھ کی گرفت آئے کت کے ہاتھ میں کمزور پڑنے لگی۔ لیکن وہ پر سکون تھا۔ پھر ابھی اس کا ذہن نیند میں جھول رہا تھا جب اس نے محسوس کیا کہ نرمی سے آئے کت نے اسکا ہاتھ چھوڑ دیا اور محتاط انداز میں وہ اس کے پاس سے اٹھ گئی۔ اور دبے قدموں کمرے سے باہر جا کر اس نے بنا آواز دروازہ بند کر دیا۔

وسامہ کے غنودگی میں ڈوبتے ذہن پر یہ بات گراں گزری۔

وہ آئے کت کو روکنا چاہتا تھا لیکن نیند میں جاتے ہوئے ذہن کے ساتھ اس کے جسم کی طاقت ختم ہونا شروع ہو گئی تھی۔وہ آواز دینا تو دور کی بات آنکھیں بھی نہیں کھول پارہا تھا۔

کمرے میں اکیلے رہ جانے کے خیال سے اس کا دل ایک بار پھر دہشت سے بھرنے لگا۔اور اسے ایسا لگا جیسے دو پراسرار آنکھیں اسے گھور رہی ہوں۔

کمرے کی بند کھڑکی جس کے شیشے پر بھاری پردے گرے ہوئے تھے اور جس کے باہر بشام کی خوبصورت رات چپکے چپکے بہہ رہی تھی۔اس کھڑکی کے شیشے پر ایک غیر مرئی ہاتھ ہولے ہولے دستک دینے لگا تھا۔

خوش نصیب کا اکیڈمی بند ہونے کا صدمہ ماند پڑ چکا تھا لیکن مکمل طور پر ختم نہ ہوا تھا۔وہ مونگ کی دال کے ساتھ،لیموں اور سبز مرچ چھڑکی ہوئی پیاز پلیٹ میں ڈالتی۔اچار کی قاش تازہ پھلکے پر ڈالتی ،پیٹ بھر کھانا کھاتی اور پہروں اپنے خاندان والوں کی زیادتیوں اور خود پر گزرے مصائب پر کڑھتے ہوئے گزار دیتی۔

اس کے مقابلے میں ماہ نور ایک مصروف انسان تھی۔پرائیویٹ ماسٹرز کر چکی تھی آج کل ایم فل کرنے کا سوچ رہی تھی۔گھریلو کاموں میں طاق تھی سو روشن امی کا ہاتھ بٹا

دیتی۔سلائی میں ایسی مہارت رکھتی تھی کہ کیا ہی کوئی کامیاب اور ماہر ٹیلر ایسے ڈیزائن بناتا ہو گا جو ماہ نور بنا دیتی تھی۔یہی وجہ تھی کہ وہ صیام اور منہا کی بھی مروتاً بہن تھی۔

صباحت تائی جان اکثر فضیلہ چچی کو دبے لفظوں میں سمجھاتیں۔"ان دونوں کو بھی کچھ سکھا دو۔اور کچھ نہیں تو ایک فن ہی ہاتھ آجاتا ہے میرے منہ میں خاک اگلے گھر جا کر کوئی مشکل وقت آیا تو چار پیسے کمانے جوگی تو ہوگی۔"

انہوں نے اپنی طرف سے بڑا اپنا پن جتایا تھا لیکن فضیلہ چچی تو یوں بھی مزاج کی نازک واقع ہوئی تھیں اس بات پر تو بالکل ہی برا منا گئیں اور تنک کر بولیں۔

"آپ اپنی فہمینہ کو سکھا لیں اللہ خیر کا وقت لائے صیام اور منہا کے ابو کی دو دو دھاگہ فیکٹریاں ہیں فیصل آباد میں میں انہیں ایسے گھر میں بیاہوں گی ہی نہیں جہاں کپڑے خود سلائی کر کے پہننے پڑیں۔"

صباحت تائی جان اپنا سا منہ لیکر خاموش ہو رہیں۔اور فضیلہ چچی نے اتنی نخوت بھری اسٹیٹمنٹ جاری کرتے ہوئے ایک بار بھی نہیں سوچا کہ اگر کپڑے سلائی کرنا اتنا ہی بیچ کام ہے تو اب تک تو صیام اور منہا کے ابو کی دو دو دھاگہ فیکٹریاں بند ہو بھی ہو چکی ہونی چاہیے تھیں۔

یہ ستمبر کی دوپہریں تھیں۔گو کہ سست رہی تھیں مگر جلدی ختم نہ ہوتی تھیں۔خوش نصیب کتاب پڑھنے نانی کے پلنگ پر لیٹی۔پڑھتے پڑھتے اونگھ آگئی تو وہیں لمبی ہو گئی۔

جس وقت ماہ نور پریشان پریشان سی اندر داخل ہوئی خوش نصیب پلنگ پر اوندھی لیٹی دھت سو رہی تھی۔ایک بازو پلنگ سے لٹک رہا تھا کتاب نیچے فرش پر تھی اور خوش نصیب کے لیٹنے کی پوزیشن ایسی تھی کہ لگتا تھا ابھی نیچے آ گرے گی۔

ماہ نور نے اسے دیکھا اور ٹپٹا کر اسے گرنے سے بچانے کے لئے بھاگی۔

"خوش نصیب!"

خوش نصیب ہڑبڑا کر اٹھی۔

"کیا ہوا؟کیا ہوا؟"

"تم گر رہی تھی۔"

"ہائیں میں گر گئی تھیں؟"وہ جاگتے ہوئے بھی کونسا حواس میں رہتی تھی جو سوتے ہوئے کوئی اچھی توقع کی جاتی۔

ماہ نور نے بے ساختہ سر پیٹا۔"تم گرنے والی تھی میں نے بچا لیا۔"

"لو اور سنو"خوش نصیب طنز سے بولی۔"تم نے مجھے بچایا؟تم نے؟؟خوش نصیب کو کوئی نہیں بچائے گا خوش نصیب خود اپنا سہارہ بنے گی۔"اترا کر بولی۔

ماہ نور نے چڑ کر اس کے سر پر چپت لگائی۔"اوفو کبھی تو پورے ہوش میں آکر بات کیا کرو۔"

"میں ہوش میں ہی ہوں" اس نے بھی دو بدو جواب دیا۔ "ویسے بھی اتنی عالمانہ گفتگو کوئی ہوش سے بیگانہ انسان نہیں کر سکتا لیکن خیر تمہیں یہ باتیں سمجھ نہیں آئیں گی"

"مجھے کچھ سمجھ آئے یا نہ آئے تم ایک بات دھیان سے سمجھ لو کہ نانی کا کچھ پتا نہیں چل رہا صبح سے گھر سے نکلی ہوئی ہیں ابھی تک واپس نہیں آئیں۔" اس نے پریشانی سے بتایا۔

خوش نصیب کی سماعت ہی نہیں دوبارہ نیند میں جاتی آنکھیں بھی کھل گئیں۔

"کیا کہہ رہی ہو؟نانی گھر سے بھاگ گئیں وہ بھی اس عمر میں۔" صدمہ، بے یقینی۔

"اوففففف" ماہ نور کا دل چاہا اس کا سر ہی پھاڑ دے۔

"کبھی تو کوئی عقل والی بات کیا کرو خوش نصیب!نانی کیوں گھر سے بھاگیں گی اور ویسے بھی" جھنجھلاہٹ کے باوجود وہ بات کرتے جھجک سی گئی۔ "انہیں بھاگنا ہی ہوتا تو صحیح عمر میں بھاگتیں اب کیا کریں گی بھاگ کر۔"

خوش نصیب نے پریشانی اور حیرانی کے باوجود اپنے مخصوص انداز میں بائیں ہتھیلی پر دائیں ہاتھ سے تالی بجائی۔

"یہی بات تو میں کہہ رہی ہوں۔"

"اچھا بکو مت اور جا کر نانی کو ڈھونڈو صبح سے اپنے بھتیجے کے گھر گئی ہوئی ہیں امی نے منع بھی کیا تھا لیکن نانی نے ایک نہیں سنی"

"ہاں تو ظاہر ہے سنتیں بھی کیسے" جلدی جلدی پیروں میں چپل پہنتے ہوئے کہا۔"کانوں سے تو کئی سالوں سے انہیں سنائی دینا بند ہو چکا ہے۔"

ماہ نور نے پھر اسے ناراضی سے دیکھا۔

"اور روشن امی سے کہو پریشان نہ ہوں نانی یہیں کہیں گلیوں میں بھٹک رہی ہوں گی میں ڈھونڈ لاتی ہوں۔"

وہ جلدی جلدی بولتی باہر نکل گئی۔

ماہ نور پریشان سی دعا کرنے لگی کہ نانی صحیح سلامت مل جائیں۔کانوں سے کم سنائی دیتا تھا۔آنکھیں بھی رفتہ رفتہ ساتھ چھوڑ رہی تھی۔ہاتھ پیر البتہ مضبوط تھے۔اچھے وقتوں کی پیداوار تھیں خالص خوراکیں کھا کر بوئی ڑھی ہوئی تھیں سو بقول خوش نصیب مشینری پرانی ہو کر بھی چلتی جا رہی تھی۔سو یہی بڑی بات تھی۔خوش نصیب انہیں ڈینٹک پیس بلاتی تھی۔

وہ اکثر ایسے ہی کسی دور پار کے رشتہ دار کو ملنے نکل کھڑی ہوتیں تھیں اور واپس لانے کے لئے خوش نصیب کو ہی گھر سے نکلنا پڑتا تھا۔

بروکلن ہائیٹس میں وہ کئی منزلہ عمارت تھی جو سر اٹھائے کھڑی تھی۔کھڑکیوں کے شیشیوں پر بارش کا پانی لکیریں بناتا ہوا بہہ رہا تھا۔انہی کھڑکیوں میں سے ایک کے پیچھے

معاویہ سر جھکائے بیٹھا تھا اس کے ہاتھوں میں سرمئی ڈائری تھی جس پر وسامہ طالب کا نام ابھرا ہوا تھا۔

کھڑکی کے پاس ایک چھوٹے سائز کا ٹیبل لیمپ جل رہا تھا بس اتنی ہی روشنی تھی جو معاویہ کو ڈائری کی سطریں پڑھنے میں مدد دے سکتی تھی۔

کھڑکی سے کچھ قدم کے فاصلے پر ایک چھوٹی میز پڑی تھی۔میز کے درمیان ایک بڑا سا پوسٹر نما چارٹ بچھا ہوا تھا جس کے وسط میں ایک آنکھ بنی ہوئی تھی۔ارد گرد مختلف زبانوں میں حروف لکھے ہوئے تھے۔قریب ہی مختلف ساخت کے چند چھوٹے بڑے پتھر،کچھ لکڑیوں کے ٹکڑے اور ٹراوٹ کارڈ پڑے تھے۔ان سب میں سب سے دہلا دینے والی چیز وہ کھوپڑی تھی جو میز کے کونے میں اوندھی پڑی تھی۔

باقی کمرے اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا اور خوف کے احساس کو ابھار رہا تھا۔

معاویہ نے ڈائری بند کر دی اور گردن موڑ کر باہر دیکھنے لگا۔وہ عمارت کی جس منزل پر رہتا تھا اس کی کھڑکی سے سڑک دور دکھائی دیتی تھی لیکن نیویارک کی نائٹ لائف پوری طرح بیدار نظر آرہی تھی۔

برستی ہوئی بارش اور اس سے پرے جلتی بجھتی روشنیاں۔

کھڑکی کے اس طرف اگر تاریکی کا ہراس تھا تو دوسری طرف روشنیوں کی خوبصورتی۔

کوئی عام انسان ہوتا تو اسے یہ منظر متاثر کرتا لیکن معاویہ عام انسان نہیں تھا وہ یہ بات کئی سال پہلے تسلیم کر چکا تھا اور چاہتا تھا اس سے وابستہ باقی لوگ بھی یہ بات تسلیم کر لیں۔ جب انہوں نے معاویہ کی حیثیت کو قبول نہیں کیا تو وہ ان سے دور ہونے لگا۔اس کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

زندگی میں دو اہم ترین انسانوں سے دور ہو جانے کے بعد کسی اور کے نزدیک رہنے کی اسے خواہش بھی نہیں تھی۔

اسے نیویارک کی خوبصورتی متاثر نہیں کرتی تھی۔اس نے بہت خوبصورتی دیکھی تھی۔دنیا میں بشام سے زیادہ خوبصورتی اور کہاں ہو سکتی تھی۔معاویہ کو وہ زمین پر جنت لگتی تھی اور اگر بشام جنت نہیں تھا تو جنت کا چھوٹا موٹا ٹکڑا ضرور تھا۔باقی جہاں تک خوف کا تعلق ہے تو خوف قلعہ فلک بوس سے زیادہ کہاں ہو سکتا تھا؟جس کا مرکزی دروازہ کھلتے ہی اس آسیب کا اسرار اپنی لپیٹ میں لینے لگتا تھا جس کا نام آیو شتق تھی۔

کھڑکی کے شیشیوں سے پرے یک دم نیویارک کی روشنیاں اور بارش کی لکیریں آپس میں گڈمڈ ہونے لگیں اوران کی جگہ فلک بوس کی اس رات نے لے لی جب وہ وسامہ کے کمرے کے باہر ناراض سا کھڑا تھا۔فلک بوس کی دیواریں ،کھڑکیاں ،روشن دان ،راہ داریاں ،دریچے اور جھروکے ابھی بھی خاموشی اور رات کے سناٹے میں ڈوبے ہوئے تھے لیکن

بہت زیادہ نظریں گھما گھما کر دیکھ لینے کے باوجود آسیب یا بدروح جیسی کسی چیز کا شائبہ تک نظر نہ آیا تھا۔

وسامہ کے سونے کے بعد آئے کت کمرے سے نکلی۔معاویہ کو کھڑا دیکھ کر رکی پھر نظر انداز کر کے کمرے کا دروازہ بہت آہستگی سے بند کیا اور جوں ہی پلٹی معاویہ ایک دم سے اس کے سامنے آگیا۔

"یہ سب کیا تماشہ ہے؟"معاویہ نے کوئی اچھے طریقے سے نہیں پوچھا تھا اس کا انداز چبھتا ہوا تھا۔

"مجھے نہیں پتا" آئے کت نے تحمل سے کہا۔"میں وسامہ کی چیخیں سن کر کمرے سے نکلی تھی میں نے دیکھا وہ بہت بری طرح ڈرا ہوا تھا باقی ساری بات تو تمہارے سامنے ہی ہوئی ہے۔"

"میں اس ساری بات سے پہلے کی بات کر رہا ہوں۔"معاویہ نے ناراضی سے کہا۔"اچانک وسامہ کو کیسے یہ شک پڑا کہ فلک باس میں کوئی بدروح ہے؟اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔"

"پچھلے تین چار مہینوں سے وسامہ اپنے شک کا اظہار کر رہا تھا" آئے کت نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا تھا۔"لیکن میں نے اس کی بات کو زیادہ سنجیدگی سے نہیں لیا تم جانتے ہو وہ

ذرا جلدی ڈر جاتا ہے میں نے سوچا ایسی ہی کوئی بات ہو گی لیکن آج جس طرح وسامہ نے ری ایکٹ کیا ہے میں پریشان ہو گئی ہوں۔" وہ الجھی الجھی سی بول رہی تھی۔

"تمہیں پریشان ہونا بھی چاہیئے۔" معاویہ نے رکھائی سے کہا۔ "تمہارا شوہر کسی نفسیاتی مرض کا شکار ہو رہا ہے۔ اور تم نے اس بات کو ذرا بھی اہمیت نہیں دی۔"

"یہ درست نہیں ہے" آ ئے کت اس کی بدگمانی پر سٹپٹا گئی۔ "میں تمہیں بتانا چاہ رہی تھی لیکن ہاں شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن اس سے پہلے وسامہ کی حالت ایسی کبھی نہیں ہوئی اف مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔" اس نے اپنا سر پکڑ لیا تھا۔

بارش کے پانی نے اس منظر کو ایک بار پھر دھندلا دیا۔

اپنے اپارٹمنٹ کی کھڑکی میں بیٹھے ہوئے معاویہ کو نیویارک کی روشنیاں دکھائی دینے لگیں۔ ٹیبل لیمپ کی روشنی ڈائریکٹ اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ کوئی اس روشنی میں دیکھتا اس یاد نے اس کی آنکھوں کو بے تحاشہ سرخ کر دیا تھا۔ اس کے جبڑے بھینچے ہوئے تھے اور کنپٹی کے قریب ایک رگ پھڑپھڑانے لگی تھی۔ معاویہ نے وحشت زدہ انداز میں ہاتھ بڑھا کر لیمپ کا رخ بدل دیا۔ اب اس کا وجود اندھیرے میں ڈوب گیا اور ٹیبل لیمپ سے نکلتی روشنی کا چھوٹا سا گولا میز پر پھیلی ہوئی چیزوں پر پڑنے لگا۔ روشنی کے اس ٹکڑے نے اوندھی پڑی ہوئی کھوپڑی کی ہیبت کو کچھ اور نمایاں کر دیا تھا۔

اس نے تہیہ کیا تھا کیف سے بات نہیں کرے گی لیکن جس وقت نانی کی تلاش میں نکلی۔وہ سامنے سے آرہا تھا۔

دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ٹھٹھکے۔خوش نصیب نے منہ بگاڑ کر آگے نکلنا چاہا تو کیف کی آنکھیں شرارت سے چمک اٹھیں۔

وہ دانستہ پھیل کر کھڑا ہو گیا۔

خوش نصیب نے دائیں طرف سے نکلنا چاہا وہ دائیں طرف ہو گیا۔بائیں سمت پکڑی تو اس طرف سے راستہ روک لیا۔

"ہٹو آگے سے چھوڑو میرا راستہ۔"خوش نصیب کو پتنگے لگ گئے۔

"تمہارے لئے ایک اچھی خبر ہے میرے پاس کیا یاد کرو گی کس سخی سے پالا پڑا ہے۔"بلاوجہ اترا کر بولا۔ویسے بھی وہ جانتا تھا خوش نصیب کو کیسے چڑاتا ہے۔پہلے اس کے شوق کو ہوا دیتا پھر چڑا کر لطف لیتا۔

"کیا؟"وہ کیف کی شکل دیکھنے لگی۔

"پہلے ہنس کر بات کرو۔"سینے پر بازو باندھتے ہوئے ڈھٹائی سے کہا۔

خوش نصیب فوراً اس کی شرارت سمجھ گئی۔"شکل دیکھی ہے اپنی"وہ پھاڑ کھانے کو دوڑی۔"ایسی شکل کے ساتھ کون ہنس کر بات کر سکتا ہے۔"

"چلو ہنس کر نہ سہی مسکرا کر ہی بات کر لو۔" اس نے بیچ کی راہ نکالی۔

خوش نصیب نے ہونٹوں کے کنارے پھیلائے لیکن مسکرائی نہیں۔ دانت کچکچا کر بولی۔

"مجھے مسکرانا نہیں آتا۔"

"ہاہاہا" وہ دل کھول کر ہنسا۔ "آج پہلی بار اپنے بارے میں سچ بولا ہے۔"

"ایک تو اتنی بری شکل ہے تمہاری اوپر سے زہر لگ رہے ہو ایسے ہنستے ہوئے"

"آہا اتنی اچھی شکل تو ہے میری۔" ٹھنک کر کہا۔ "یونیورسٹی کی آدھی لڑکیاں اسی شکل کے لئے وظیفے کرتی ہیں تمہیں قدر ہی نہیں ہے۔" اترا کر بولا۔

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا اس یونیورسٹی میں ایڈمیشن نہ لوجہاں عقل سے پیدل لڑکیوں کو ایڈمیشن دے دیتے ہیں وہاں پڑھائی کا کیا معیار ہو گا۔" مزے سے بولی پھر ہتھیلی پر ہاتھ مار کر خود ہی زور سے ہنس پڑی۔

کیف اس کی ہنسی میں گم ہوتے ہوتے بچا۔ مزاج کی چڑیل تھی لیکن اس چڑیل کی ہر ادا دل کو بھاتی تھی۔

"تم پڑھائی کے معیار کی فکر مت کرو عنقریب مجھے گولڈ میڈل ملنے والا ہے ادھر میری ڈگری کمپلیٹ ہوئی ادھر ہر بڑا نیوز چینل میرے پیچھے ہو گا۔"

"کیا مطلب؟ جعلی ڈگری نکلوا رہے ہو؟" معصومیت سے آنکھیں پٹپٹا کر پوچھا۔

کیف بد مزہ ہو گیا۔

"تم احمق ہی رہنا۔"اس نے چڑ کر کہا۔"نیوز چینل والے اس لئے میرے پیچھے ہو گئے تا کہ مجھ جیسے کامیاب جرنلسٹ سے اپنے چینل پر ایک زبردست سا ٹاک شو کروا سکیں۔۔۔میں سیاستدانوں کے ایسے بخیے ادھیڑونگا۔۔۔ایسے بخیے ادھیڑونگا۔۔۔ایسے۔"ہاتھ اٹھائے وہ کسی عوامی لیڈر کی طرح بلند و بانگ دعوے کر رہا تھا۔

"بس بس"خوش نصیب نے ذرا بھی متاثر ہوئے بغیر ٹوک دیا۔"ایسے ہی شیخ چلی کی ٹوکری گری تھی اور مرغیوں اور انڈوں کا کاروبار شروع ہونے سے پہلے ہی ٹھپ ہو گیا تھا۔"

"میں بھی کہوں تمہاری اکیڈمی کیسے بند ہو گئی۔"اپنی طرف سے وہ دور کی کوڑی لایا۔

خوش نصیب منہ بگاڑ کر آگے بڑھنے لگی تو کیف نے پھر راستہ روک لیا۔شرارت جیسے اس کی آنکھوں اور ہونٹوں سے چپک کر رہ گئی تھی۔

"واپس اسلام آباد جا رہا ہوں دو مہینے بعد واپس آؤنگا یاد کرو گی ؟"اس نے بڑی آس سے پوچھا تھا۔

جب سے قائد اعظم یونیورسٹی میں ایڈمیشن لیا تھا ہر بار جاتے ہوئے پوچھتا تھا۔اسی امید پر کہ شائد کبھی وہ کہہ دے ہاں یاد کرو گی۔لیکن ہر بار وہ ٹکا سا جواب دے دیتی۔

"میرے برے دن چل رہے ہیں کیا ؟جو تمہیں یاد کرو گی۔"

اس نے منہ بسور لیا۔"ٹھیک ہے نہ یاد کرنا میں بھی اپنی ہونے والی بیوی نمبر دو کے ساتھ کافی پینے جاونگا اور تصویریں کھینچ کھینچ کر تمہیں بھیجونگا۔"

بات خوش نصیب کے سر سے گزر گئی۔

"تم دوسری شادی کر رہے ہو؟ پہلی کب کی؟" متجسس ہو کر پوچھا۔ کیف نے ماتھا پیٹ لیا پھر سر اٹھا کر چھت کی طرف دیکھا اور دعائیہ انداز میں ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"یا اللہ! کسی کو ایسا کم عقل محبوب نہ دینا۔"

خوش نصیب پھر چڑ گئی۔

"ارے ہٹو آگے سے۔" اس کا بس نہ چلتا تھا اسے اٹھا کر ہی پھینک دے۔ "میری نانی گم ہوگئی ہیں تمہاری مسخریاں ہی ختم نہیں ہو رہیں۔"

"نانی؟" کیف چونکا۔ "کیا ہوا ہے خالہ نانی کو؟"

"ہوا کچھ نہیں ہے لیکن صبح سے غائب ہیں کچھ پتا نہیں کہاں چلی گئی ہیں۔"

"حد ہے لاپرائی کی خوش نصیب! یہ بات اب بتا رہی ہو" اسے غصہ آیا اور پریشان بھی ہو گیا۔

"تم نے مجھے بولنے کا موقع ہی کب دیا کہ میں بتاتی۔"

"اگلے پچھلے سارے حساب برابر کر لئے اور اتنی اہم بات بتانے کے لئے تمہیں موقعے کی ضرورت تھی۔" اس نے ڈپٹ کر کہا۔ پھر غصے سے پلٹا۔

"صبح سے شام ہو گئی پتا نہیں بیچاری نانی کہاں ہونگی۔" فکر مندی سے بولتا ہوا چلا گیا۔ اور وہ کاغذ، جس پر خوش نصیب کے لئے وہ اسٹوڈنٹس کا نام پتا لکھ کر لایا تھا۔ اس کی جیب میں ہی پڑا رہ گیا۔

خوش نصیب ہونق سی بنی کھڑی رہ گئی۔

"لو اب نانی گم ہو گئیں تو یہ بھی میرا قصور حق ہاہ خوش نصیب اتو، تو ہے ہی بدنصیب" ماتھے پر ہتھیلی مار کے باہر نکل گئی۔

وسامہ گہری نیند سو رہا تھا۔

آئے کت اسے کمرے میں اکیلا چھوڑ کر جا چکی تھی۔

معا اسے ایسا لگا جیسے اس کی کلائی پر کوئی چیز حرکت کر رہی ہو۔ اسے الجھن محسوس ہوئی۔ اس نے اس چیز کو جھاڑنا چاہا لیکن وہ اپنے ہاتھ اور کلائی کو ذرا سا بھی حرکت نہیں دے سکا۔ اس چیز نے اسے مزید بے چین کر دیا۔ اور سوئے ہوئے وسامہ کی الجھن اور اضطراب بڑھنے لگا۔

وہ چیز نرم اور چپچپی اور لیس دار تھی۔کلائی پر حرکت کرتی ہوئی وہ چیز اب وسامہ کی گردن کی طرف بڑھ رہی تھی۔

وسامہ نے اپنی کلائی اور گردن کو جھٹکے دے کر اس چیز کو گرانا چاہا لیکن اس کے کندھے بھی جیسے جکڑے ہوئے تھے۔ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی دیوہیکل وجود اس پر جھکا ہوا ہو اور اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے وسامہ کے کندھوں کو جکڑ رکھا تھا۔

وسامہ نے خود کو اس کی قید سے آزاد کرنا چاہا لیکن بے سود وہ جتنی طاقت لگاتا تھا وہ دیو ہیکل وجود اس سے دوگنی زیادہ طاقت سے اس پر جھک آتا تھا۔وسامہ کا دل وحشت سے بھر گیا۔اس کا سانس گھٹ رہا تھا۔اسی دوران وہ چپچپی چیز رینگتی ہوئی وسامہ کی گردن سے کان تک پہنچ گئی۔

اس نے اپنے کان میں ایک سرگوشی سنی۔یہ کسی کے سانس کی آواز تھی جیسے سانپ پھنکار رہا ہو۔

وسامہ نے پوری طاقت لگا کر آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔اپنے سر کو جھٹکا دیا لیکن اتنی کوشش کے باوجود وہ اپنے جسم کو ایک انچ بھی نہیں ہلا سکا تھا۔وہ ہل پا رہا تھا نہ ہی اپنے جسم کو ایک انچ بھی ہلا پا رہا تھا۔

یہاں تک کہ بے بسی کے احساس سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"مجھے چھوڑ دو"

"نہیں چھوڑ سکتی "وسامہ نے اپنے کان کے بالکل قریب سنسناتی ہوئی سرگوشی سنی۔یہ آواز کہیں دور سے آرہی تھی کبھی پاس آتی کبھی دور چلی جاتی۔" کبھی نہیں چھوڑونگی۔۔۔نہیں چھوڑونگی۔"

وسامہ خوش اور وحشت سے کانپنے لگا۔

"میں۔۔۔ میں نے کیا بگاڑا ہے تمہارا۔"وہ سسکا۔جواب میں اس کے کندھوں پر پڑا ہوا بوجھ ہلکا پڑ گیا۔پھر ایک کھلکھلاتی ہوئی ہنسی کی آواز اس کے کان میں گونجی۔وسامہ کو ایسا لگا جیسے اس کا مزاق اڑایا جا رہا ہو۔

"مجھے چھوڑ دو میں سانس نہیں لے پا رہا تمہیں اللہ کا واسطہ ہے مجھے چھوڑ دو۔"اس کے ہونٹوں سے ٹوٹے پھوٹے لفظ نکلے۔کیونکہ جسم کی طرح زبان ہلانا بھی اس کے اختیار میں نہیں رہا تھا۔جوں ہی اس نے جملہ مکمل کیا وہ بوجھ اس کے کندھوں اور گردن پر سے مکمل طور پر ہٹ گیا۔اور ایک ہیولا بھاگتا ہوا اس کے قریب سے گزر کر دیوار میں جذب ہو گیا۔

وسامہ نے گہرے سانس لیے۔اس کے دل سے خوف کسی حد تک کم ہوا اور اسکا ذہن مکمل طور پر نیند میں ڈوب گیا۔

فضیلہ چچی کو جب نانی کی گمشدگی کے بارے میں پتا چلا انہوں نے ہتھیلیاں آپس میں رگڑ رگڑ کر اپنے دکھ اور پریشانی کا اظہار کیا۔

سوئے اتفاق جس وقت وہ غم سے نڈھال روشن امی ،ماہ نور اور خوش نصیب کو ان سب کی لاپرائی پر کوس رہی تھیں۔خوش نصیب ان کی کھڑکی کے پاس سے گزر رہی تھی۔

جوں ہی کان میں اپنا نام پڑا ٹھٹھک کر رکی اور عادت سے مجبور ہو کر وہیں کھڑی ہو کر سننے لگی۔

"ایک بوڑھی عورت کا خیال نہیں رکھا جاتا ان ماں بیٹیوں سے بتاو خالہ جی کا کام ہی کتنا ہے جو ہر دوسرے دن رشتے داروں کے یہاں بھیج دیتی ہیں دو وقت کی روٹی ہی تو پکانا ہے کہتی ہوں روشن سے ماں کے لئے اتنا بھی نہیں کر سکتیں تو مجھے بتائیں میں اپنی طرف خالہ جی کو ٹھہرا لونگی"

"اوہو امی! آپ کو زیادہ سخی بننے کی ضرورت نہیں ہے بلاوجہ دوسروں کی پریشانی اپنے سر لینا چاہ رہی ہیں۔"پاس بیٹھی صیام نے چڑ کر کہا تھا۔

"نانی کا کام ہی کتنا ہو گا کہ انہیں پریشانی گردانا جائے۔"منہا بیٹھی پڑھ رہی تھی اس نے بھی مداخلت کی۔

"لو اور سنو روز روز کون نانی کا کمرہ صاف کرے گا اور روٹی کون بنا کر دے گا؟"صیام نے

اپنی خوبصورت ناک چڑھا کر کہا۔"اور ویسے بھی وہ خوبصورت اور ماہ نور کی نانی ہیں ہم کس خوشی میں ان کے کام کریں۔"

منہا نے گردن موڑ کر بڑی بہن کو دیکھا۔"دور کا ہی صحیح لیکن ابو سے بھی ان کا کوئی رشتہ ہے۔"

"اے ہٹو تم"فضیلہ چچی برا منا گئیں۔"ایسی دور پرے کی رشتہ داریاں نبھانے بیٹھ گئے تو تمہارے ابا کا تو خاندان ہی ختم نہیں ہوگا۔"

"چھوڑیں امی! آپ غصہ نہ کریں یہ تو ویسے بھی ان سب کی ہمدرد ہے بس نہیں چلتا اپنے جوتے کپڑوں کے ساتھ ساتھ کھانا بھی اٹھا کر انہیں ہی دے آئے۔"

"خدا کو مانو صیام! ایک ہی بار سوٹ دیا تھا میں نے خوش نصیب کو اور وہ بھی نیا نہیں تھا میرا پہنا ہوا سوٹ تھا اس نے اسکول کی پارٹی اٹینڈ کر کے مجھے واپس کر دیا تھا اتنی غیرت مند تو وہ بھی ہے اور تم نے بات ہی بنا لی۔"ناراضی سے کہا منہا نے۔

صیام نے ایسے ہاتھ لہرایا جیسے منہا کی بات کو مکھی سے زیادہ اہمیت نہ دی ہو۔

"تم فکر نہ کرو صیام! میں بھی کوئی بیوقوف تو نہیں ہوں جو پرائی مصیبت سر لوں گی"فضیلہ چچی نے ماحول خراب ہوتا دیکھ کر ہنس کر کہا۔"بس ایک دفعہ خالہ جی مل جائیں میں بھی روشن کو جتاؤں گی ضرور۔ساری زندگی اس عورت نے سینے پر مونگ دلا ہے اور اب اس کی

وہ چنڈال بیٹیاں!ایک کی صورت ایسی بھولی ہے کہ دیکھتے ہی پیار آتا ہے۔مزاج بالکل ماں والا گھنا میسنا دوسری کا نام خدا جانے بھائی صاحب خوش نصیب کیوں رکھ گئے میرے بس میں ہو تو اسے خوش نصیب کی بجائے بچھل پیری کہہ کر بلایا کروں۔"

فضیلہ چچی نے نفرت سے کہا۔

باہر کھڑی خوش نصیب گو کہ ان کے خود سے متعلق خیالات سے واقف تھی لیکن لفظ بچھل پیری تو جیسے دماغ پر لگا اور دماغ سنسنا اٹھا۔یعنی کہ بچھل پیری۔۔۔بچھل پیری اور وہ۔

"اس کی تو شکل بھی بچھل پیری سے ملتی ہے۔"صیام نے استہزا اڑایا۔

خوش نصیب کے تو تن بدن میں ہی آگ لگ گئی۔کوشش کے باوجود وہ خود پر قابو نہیں رکھ سکی۔کھڑکی کا نیم وا پٹ ہاتھ مار کر پورا کھول دیا۔

اندر بیٹھی ہوئی تینوں خواتین اس دھماکے کی آواز سے ایک ایک فٹ اوپر اچھل کر کھڑی ہوگئیں۔

"خوش نصیب!"منہا نے دل پر ہاتھ رکھے ہوئے کہا۔"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟؟"

"صیام کی خیریت پوچھنے آئی تھی"دانت کچکچا کر اور مسکرا مسکرا کر بولی۔"کیوں صیام! سر پر کچھ بال بچے ہیں یا طوطے بھائی نے سارے جڑوں سے اکھاڑ دیے؟؟"

صیام کو بری طرح تاؤ آیا۔یہ بات تو بڑی چھپا کر رکھی گئی تھی خوش نصیب جیسی فسادن تک کیسے پہنچ گئی؟

"تم تم دفع ہو جاؤ یہاں سے۔"اس نے دانت کچکچا کر کہا۔

"اس میں اتنا ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟میں نے تو ایک بات ہی پوچھی تھی۔"معصوم بن کر کہا کندھے اچکائے اور ناک چڑھا کر"ہو کیئر"والے تاثرات چہرے پر سجا کر آگے بڑھ گئی۔

اندر منہا نے اپنی بے ساختہ امنڈتی مسکراہٹ چھپانے کے لئے پیشانی بالکل ہی کتاب سے لگا دی جبکہ صیام اور فضیلہ چچی غصے سے پیچ و تاب کھا رہی تھیں۔

ٹیبل لیمپ کا رخ اب دوسری طرف تھا۔معاویہ دیوار سے ٹیک لگائے نیم دراز ہو چکا تھا۔کھڑکی سے باہر نیویارک ابھی بھی تیز ہوا اور بارش سے بھیگ رہا تھا۔وسامہ کی ڈائری اس کے سینے سے لگی تھی۔اور اس کا ذہن کہیں فلک بوس میں بھٹک رہا تھا۔

وہ ایک چمکیلی صبح تھی جب ٹیرس کی ریلنگ سے اس نے آئے کت کو تالاب کے کنارے بیٹھے دیکھا۔وہ ہمیشہ بن سنور کر رہتی تھی لیکن اس وقت اس نے سادہ سا لباس پہنا ہوا تھا۔ہلکے رنگ کی گرم شال کندھوں کے گرد لپیٹ رکھی تھی اور بالوں کو سمیٹ کو سر پر

اونچا سا باندھ لیا تھا۔چہرے پر پریشانی تھی۔اس سب کے باوجود وہ منفرد لگ رہی تھی ایک ایسا چہرہ جو ہمیشہ متوجہ کر لیتا ہے۔

معاویہ بے دھیانی میں وہیں کھڑا اسے دیکھتا رہا۔یہاں تک کہ اس کی نظروں کے ارتکاز نے آئے کت کو چونکا دیا۔

اس نے سر اٹھا کر ٹیرس کی طرف دیکھا۔معاویہ کو کھڑا دیکھ کر چونکی لیکن پھر ایسے ہی واپس سر جھکایا اور تالاب کے پانی کو انگلی کی پوروں سے چھونے لگی۔

معاویہ پچھلی رات سکون سے سو نہیں پایا تھا اس کے ذہن پر وسامہ کی ذہنی حالت اور باتیں سوار رہی تھیں۔ابھی جب اس کی آنکھ کھلی اور وہ اٹھ کر تازہ ہوا لینے کی غرض سے ٹیرس پر آیا تو اس کا ارادہ کچھ دیر مزید سونے کا تھا لیکن آئے کت کو دیکھ کر اس نے اپنا ارادہ بدل دیا اور گرل کے پاس سے ہٹ کر نیچے آئے کت کے پاس آگیا۔

خشک پتے اور گھاس اس کے پیروں کے نیچے چرمرائے تو آئے کت نے ایک بار پھر اس کی طرف دیکھا۔

معاویہ شرمندہ شرمندہ سا کھڑا تھا۔

"سوری مجھے کل تمہارے ساتھ اتنا ایروگنٹ نہیں ہونا چاہیے تھا۔" اس نے کہا۔آئے کت دیکھا۔اپنے نائیٹ سوٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنسائے وہ سر جھکائے جوتے کی ٹو سے ایک پتے کو مسل رہا تھا۔

"کوئی بات نہیں" آئے کت سادگی سے بولی۔"اب تو اس ایروگنس کی عادت ہوتی جا رہی ہے۔"

معاویہ مزید شرمندہ ہو گیا لیکن ذرا چڑ کر بولا۔

"میرا بھائی عجیب حرکتیں کر رہا ہے وہ کسی پریشانی کا شکار ہے میں نارمل کیسے رہ سکتا ہوں؟"

"تمہارا بھائی میرا شوہر بھی ہے۔"

معاویہ اپنا سا منہ لیکر رہ گیا۔

"تم نے مجھے وسامہ کے بارے میں پہلے کیوں نہیں بتایا؟"اب اس نے جرح کا آغاز کیا۔

"سچ تو یہ ہے کہ مجھے کبھی یہ بات اتنی پریشان کن لگی ہی نہیں۔"آئے کت نے آہستگی سے اور کمپوزڈ لہجے میں کہا۔ایک رات گزر جانے کے بعد وہ خود کو کافی حد تک سنبھال چکی تھی۔وسامہ کی پریشان کن حالت اور اس بدروح سے متعلق انکشاف نے ذہن کو جتنا بدحواس کیا تھا اب وہ اتنا ہی منظم انداز میں ان باتوں پر غور کر سکتی تھی۔

"چند مہینے پہلے وسامہ نے فلک بوس میں کچھ اثرات کا ذکر کیا تھا۔وہ اکثر رات کو ڈرنے لگا تھا لیکن ایسے ہی جیسے کبھی انسان سوتے ہوئے ڈر جاتا ہے۔ کبھی اس کی حالت مجھے اتنی پریشان کن نہیں لگی تھی کہ میں تمہیں یا کسی اور کو اطلاع کرتی ویسے بھی تم نے ہی مجھے بتایا تھا وسامہ بچپن سے تھوڑا ڈرپوک واقع ہوا ہے وہ اکثر اندھیرے سے ڈر جاتا تھا۔اکیلے

رہنے سے اسے خوف آتا تھا لیکن یہ تو اکثر لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے مگر جو کچھ کل ہوا وہ اکثر لوگوں کے ساتھ نہیں ہوتا۔"وہ ایسے بول رہی تھی جیسے کوئی انسان مستقل پریشانی سے تھک چکا ہوتا ہے۔پھر اسنے معاویہ کی طرف دیکھا اور کہا۔

"اب تم مجھے بتاؤ یہ کل تم دونوں کس آسیب کا ذکر کر رہے تھے؟اور اگر ایسی کوئی بات تھی تو یہاں آنے سے پہلے مجھے اس بارے میں کیوں نہیں بتایا گیا"

معاویہ نے آہستگی سے نفی میں سر ہلایا۔"ان باتوں میں کوئی صداقت نہیں ہے وادی کے لوگوں نے بس کچھ الٹی سیدھی باتیں مشہور کر دی ہیں اور کچھ نہیں۔"

"تم مجھے ٹال رہے ہو معاویہ!"

"نہیں میں ٹال نہیں رہا۔یہی حقیقت ہے تمہیں پتا ہے یہ فلک بوس تقریباً ڈیڑھ سو سال پرانی عمارت ہے۔ہشام کے نواب صاحب نے میرے دادا کی خدمات سے خوش ہو کر انہیں تحفے میں دیا تھا میرے بابا بتاتے ہیں جب دادا جان یہاں آئے اس وقت بھی مقامی لوگوں نے آیوشتی سے متعلق کچھ کہانیاں دادا جان کو سنائی تھیں مگر ان کہانیوں میں کوئی صداقت نہیں ہے نہ کبھی دادا جان کو یہاں کسی روح کا سایہ ملا نہ مجھے میں نے بتایا ناں ہم نے بچپن سے لیکر اب تک کئی چھٹیاں فلک بوس میں گزاری ہیں۔"

آئے کت دھیان سے اس کی بات سن رہی تھی۔ساری بات سن کر مزید الجھ گئی۔

"تم بتاؤ تم تقریباً دو سال سے یہاں رہ رہی ہو کیا تم نے کبھی کوئی ایسی چیز دیکھی جو تمہیں مافوق الفطرت لگی ہو؟" معاویہ نے پوچھا۔

آئے کت نے الجھن بھرے انداز میں نفی میں سر ہلا دیا۔

"نہیں میں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی نہ ہی میں نے ان اثرات کو محسوس کیا ہے جن کا ذکر وسامہ کرتا ہے۔"

"وسامہ اثرات کا ذکر کرتا تھا؟"

"ہاں میں نے بتایا ناں چند مہینے سے اسے عجیب عجیب چیزیں نظر آنے لگی تھیں کبھی اس کی کوئی چیز غائب ہو جاتی تھی کبھی اسے چیزیں ہلتی ہوئی نظر آنے لگتیں کبھی لیپ ٹاپ نہیں ملتا تھا اور کبھی وہ کہتا تھا اسے سائے نظر آتے ہیں اسپیشلی سیکنڈ فلور پر وہ شام کے بعد کبھی نہیں جاتا تھا اسے گھبراہٹ محسوس ہوتی تھی لیکن خدا گواہ ہے معاویہ! میں نے یہاں ایسا کچھ محسوس نہیں کیا اگر واقعی یہاں اثرات ہوتے تو مجھے بھی نظر آتے۔"

وہ ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ اندر سے وسامہ کے چیخنے کی آوازیں آنے لگیں۔

آئے کت اور معاویہ گھبرا کر سرپٹ اندر کی طرف بھاگے تھے۔

یہ اندرون شہر تھا۔ چھوٹی گلیوں اور قدیم عمارتوں کی فینٹسی سے بھرا ہوا علاقہ۔

اکثر انگریز سیاح نظر آجاتے جو گھٹنوں سے ذرا نیچے پتلونیں پہنے منہ اٹھائے ان پرانی عمارتوں کو دیکھتے ہوئے خود ایک لطیفہ سا محسوس ہوتے تھے۔

جس وقت خوش نصیب نانی کی تلاش میں نکلی آسمان سے زمین پر اترتی شام کے رنگوں میں بادلوں کی سیاہی شامل ہونے لگی تھی۔اور گلی محلے کے بچے آگے پیچھے بھاگے پھر رہے تھے۔پتا نہیں انہیں کس بات کی اتنی خوشی تھی جو بلاوجہ ہی ہنستے جاتے تھے۔

ہوا کے جھونکے جوں جوں تیز ہو کر آندھی کا روپ دھار رہے تھے خوش نصیب کی پریشانی میں اضافہ ہو رہا تھا۔

بچوں کا ایک گروہ بھاگتا ہوا اس لے پاس سے گزر گیا۔

"اللہ میاں پانی دے سو برس کی نانی دے۔"

وہ نعرے لگا رہے تھے اور آسمان پر بادل مزید سے مزید گہرے ہوتے جاتے تھے۔

خوش نصیب پیشانی پر ہاتھ مار کر بڑبڑائی۔

"ان کی سن لو ذرا ہم سے اسی برس کی نانی نہیں سنبھالی جا رہیں ان کو سو برس کی چاہیے"

سامنے سے کیف آرہا تھا۔اس کے چہرے پر بھی پریشانی تھی۔خوش نصیب نے جلدی سے درمیانی راستہ عبور کیا۔

"کیف! نانی کا کچھ پتا چلا؟"

کیف نے مایوسی سے نفی میں سر ہلا دیا۔خوش نصیب کو جو اس کی شکل دیکھ کر تھوڑی آس بندھی تھی بالکل ہی ٹوٹ گئی۔

"ہائے میری بوڑھی نانی! پتا نہیں کہاں ہونگی بیچاری وہ تو بتیسی بھی گھر ہی بھول گئیں تھیں کچھ کھایا بھی نہیں ہو گا۔"اس کی آنکھوں میں آنسو آنے لگے اور کیف کا دل پگھلنے لگا۔

محبوب کے آنسوؤں کی ایک عجیب تاثیر ہوتی ہے۔وہ دن کا چین اور راتوں کی نیند غارت کرنے کے اہل ہوتے ہیں۔

کیف کا دل چاہا خوش نصیب کو تنگ کرنے کا ارادہ ترک کر کے بتا دے نانی کو تلاش کر کے صحیح سلامت گھر پہنچا آیا ہے۔لیکن اسی وقت ایک کالے رنگ کی ووزادھر آن نکلی۔گلی میں جہاں وہ دونوں کھڑے تھے ان کے بالکل پیچھے۔

ہارن پہ ہارن بجنے لگا وہ دونوں ذرا سائیڈ پر ہو گئے۔لیکن گلی اتنی تنگ تھی کہ ایسے کھڑے رہنا اور گاڑی کا نکل جانا محال تھا۔

"یہ کہاں پھنس گیا بیچارہان گلیوں سے نکلتے تو صبح ہو جائے گی اسے۔"کیف نے کہا لیکن مسلسل بجتے ہارن سے خوش نصیب کا پارہ ہائی ہونے لگا تھا۔وہ یوں بھی راستہ دینے کے لئے خلاف توقع دو تین بار ادھر ادھر ہو چکی تھی۔

"تو کیا ہم نے مشورہ دیا تھا ان گلیوں میں یہ بڑی سی گاڑی لیکر گھسے"وہ جارحانہ انداز میں پلٹی۔

"ایک تو میری نانی نہیں مل رہیں اوپر سے اس نے ہارن بجا بجا کر سر میں درد کر دیا ہے۔"

"تم جا کہاں رہی ہو؟خوش نصیب میری بات سنو۔"کیف کے منع کرنے کے باوجود وہ اس کے سر پر پہنچ گئی۔انگلی کی پشت سے شیشہ بجایا۔ادھر شیشہ کھلنا شروع ہوا ادھر اس کی زبان چلنے لگی۔

"مسئلہ کیا ہے بھئی کب سے ہارن پر ہارن بجائے جا رہے ہو یہ نہیں کہ دیکھ ہی لو کوئی پریشان کھڑا ہے۔"

شیشہ کھل گیا "دیکھنے میں معذرت چاہتا ہوں۔"پھر دروازہ بھی کھلا اور وہ باہر آ گیا۔

اچھی شکل تھی۔لیکن شکل سے اچھی گاڑی تھی۔اس کا لباس تھا اور وہ گھڑی جو اس نے کلائی پر باندھی ہوئی تھی۔خوش نصیب کو یقین تھا اگر آسمان پر اتنے بادل نہ ہوتے تو ضرور اس گھڑی سے شعاعیں نکلتی اور اس کی بصارت کو چندھیاتی۔

"ارے نہیں معذرت کی کیا بات ہے گلی ہے ہی اتنی چھوٹی کہ دو لوگ کھڑے ہو جائیں تو گزرنا مشکل ہو جاتا ہے۔"

یک دم وہ پینترا بدل کر بولی۔کیف جو اسے مسلسل منع کر رہا تھا اس طرح بولنے پر ہکا بکا رہ گیا۔

"میں پچھلے دو گھنٹوں سے انہی گلیوں میں بھٹک رہا ہوں ہر تھوڑی دیر کے بعد گاڑی وہیں آجاتی ہے جہاں سے میں چلا ہوتا ہوں۔" اس نے بیچارگی سے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں یہ کیف آپ کو راستہ سمجھا دے گا کیف! ان کی گاڑی تو نکلوا دو ذرا۔" ایسے میٹھے پن سے کہا جیسے بڑے دوستانہ تعلقات ہوں کیف سے۔

کیف اسکی پچھلی بات کے اثر سے نہیں نکل پایا تھا کہ دوسری بات سامنے آگئی۔ لیکن فورا ہی اس نے اپنے تاثرات چھپا لیے۔ وہ خوش نصیب تھی کسی بھی وقت کچھ بھی کہہ سکتی تھی۔ کر سکتی تھی۔ اس سے کچھ بھی بعید نہیں تھا۔

کیف راستہ سمجھانے لگا تو خوش نصیب اپنے راستے چل دی لیکن جاتے جاتے ان دونوں سے نظر بچا کر چپکے سے اس نے گاڑی کے بونٹ پر ہاتھ پھیرا اور دل میں ایک لمبی سی متاثر کن آہ بھری۔ یہ کالے رنگ کا لوہا نہیں کالے رنگ کا مخمل تھا جس کی نرمی میں اس کا ہاتھ ڈوبتا جا رہا تھا۔

بشام کے پہاڑوں پر سورج طلوع ہوا اور پائن کے درختوں کے پتے چمک کر مزید سبز دکھائی دینے لگے۔ چند کرنیں فلک بوس کی اس کھڑکی کے شیشے پر پڑیں جس پر پچھلی رات ایک نادیدہ ہاتھ دستک دیتا رہا تھا۔

اندر پلنگ پر وسامہ گہری نیند سو رہا تھا۔اسکی پچھلی رات بہت بے چین گزری تھی۔پوری رات اسے مختلف آوازیں سنائی دیتی رہیں تھیں۔

اس کی آنکھ اس وقت کھلی جب معاویہ نے اسے جگایا۔وسامہ اتنی گہری سو رہا تھا کہ معاویہ کی آواز اسے بہت دور سے آتی ہوئی سنائی دی۔پھر اسکی نیند کا سلسلہ ٹوٹا۔آنکھیں کھولتے ہی اسے اپنا سر بیحد بھاری محسوس ہوا تھا۔

"اف"اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو پکڑ لیا۔"لگتا ہے میں بہت دیر سویا ہوں لیکن ابھی بھی نیند پوری نہیں ہوئی میرا سر بہت بھاری ہو رہا ہے۔"وہ چپ ہوا کہ شائد معاویہ اسے کوئی جواب دے گا لیکن معاویہ خاموش رہا۔

"اچھا ہوا تم نے مجھے جگا دیا صبح دیر تک سوؤں تو سارا دن بیزار گزرتا ہے۔"اس نے بولتے ہوئے گردن موڑ کر اس طرف دیکھا جس طرف معاویہ کھڑا تھا لیکن گردن موڑتے ہی وہ بری طرح شاکڈ ہوا۔وہ کمرے میں اکیلا تھا معاویہ کہیں نہیں تھا۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔اس کا سانس اکھڑ رہا تھا۔

اگر معاویہ وہاں نہیں تھا تو اسے کس نے جگایا تھا۔یقیناً آیوشمتی نے۔ڈر سے اس کے رونگٹے ہونے لگے۔اس نے اپنی بیساکھی کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا لیکن وہ اس کی پہنچ سے دور تھی۔وہیل چیئر بھی کافی فاصلے پر پڑی تھی۔۔وسامہ بنا کسی سہارے کے ان دونوں چیزوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

لیکن حواس باختہ ہو کر اس نے ادھر ادھر ہاتھ مارے بے دھیانی میں اس کا ہاتھ اپنے کان پر لگا اور درد کی تیز لہر دماغ تک دوڑ گئی۔ساتھ ہی اسے اپنے کان پر کوئی چپچپی چیز بہتی ہوئی چیز محسوس ہوئی۔وسامہ نے ہاتھ سامنے کیا تو دنگ رہ گیا اس کے ہاتھ پر خون لگا ہوا تھا اور یہ خون اس کے کان سے بہہ رہا تھا۔وہ ہکا بکا سا مڑا۔اس کے تکیے پر خون کے دھبے تھے۔

اور یہ بس حد تھی وسامہ خوف سے پاگل ہوتا چیخنے لگا۔اس نے آئے کت اور معاویہ کو آوازیں دینا شروع کر دی تھیں۔

جب تک وہ دونوں تالاب کے کنارے سے بھاگتے ہوئے اس تک پہنچے۔چیخ چیخ کر اس کی آواز بیٹھ چکی تھی۔وہ پینک ہو چکا تھا اور اسے قابو کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

"جلدی سے پانی لیکر آو۔"معاویہ نے وسامہ کو دونوں بازووں سے پکڑے ہوئے آئے کت سے کہا۔

آئے کت بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی۔

"وسامہ کچھ نہیں ہے خاموش ہو جاو"معاویہ مسلسل ایک ہی بات بول رہا تھا۔

وسامہ ان دونوں کو دیکھ کر ذرا پر سکون ہوا تھا۔آئے کت پانی لے آئی۔وسامہ نے چند گھونٹ پانی پیا۔

"وہ پھر آئی تھی آپو شمتی پھر آئی تھی وہ رات بھر یہاں تھی دیکھو اس نے مجھے زخمی کیا ہے"وہ اب رونے لگا۔

معاویہ کو اس کے ہاتھ پر خون نظر آیا تو وہ بری طرح پریشان ہو گیا۔

"میں یہاں نہیں رہونگا مجھے باہر لے چلو معاویہ!"

"ہوں ہاں ہاں چلو"وہ سہارہ دیکر وسامہ کو باہر لے گیا۔ آئے کت ان دونوں کے پیچھے تھی۔

جس وقت مغرب کی آذانیں شروع ہوئیں۔وہ سر اور کندھے جھکائے مایوس سی گھر میں داخل ہوئی۔سامنے نانی بیٹھی تھیں۔گھر کی تقریباً سبھی خواتین ان کے اردگرد جمع تھیں۔ خوش نصیب کو خوشی کا جھٹکا لگا دوڑ کر ان سے لپٹ گئی۔

"نانی! نانی! میری پیاری نانی!"

"اے ہٹو کیا ننھی منی کی طرح لپٹی جاتی ہو۔"نانی نے اسکے لاڈ کی ذرا بھی پرواہ نہیں کی۔

"کیوں کیوں؟کیوں ہٹوں بھی اتنی مشکل سے ملی ہیں آپ میں تو نہیں چھوڑونگی۔"وہ اور زور سے لپٹ گئی۔

"ارے جانے دو خوش نصیب!تمہیں کہاں سے محبت ہو گئی خالہ جی سے۔"فضیلہ چچی اس

کی جان جلانے کمر کس کر میدان میں اتریں۔"ایسی پرواہ ہوتی تو اتنی بوڑھی نانی کو اکیلا نہ جانے دیا ہوتا۔"

"بوڑھے ہوں میری نانی کے دشمن"اس نے فورا کہا۔"ایسی چمکدار اسکن تو آپ کی صیام کی بھی نہیں ہے جیسے میری نانی کی ہے۔"

ماہ نور نے ٹھوکا دیا۔روشن امی نے آنکھیں دکھائیں کہ خاموش رہو لیکن وہ خوش نصیب ہی کیا جو ایک بار بولنے لگے اور چپ ہو جائے۔

"ہاں ہاں پورے خاندان میں ایک تم خوبصورت ہو ایک تمہاری نانی۔"فضیلہ چچی بدمزہ ہو کر پلٹ گئیں۔

خوش نصیب نے اترا کر پیچھے سے ہانک لگائی۔"شکریہ چچی جان!"اور خود ہی ہنسنے لگی۔

صباحت تائی جان نے اسے ذرا سی ناپسندیدگی کے ساتھ دیکھا پھر روشن آرا سے بولیں۔

"روشن! خالہ جان کا خیال رکھا کرو اکیلے نہ نکلنے دیا کرو گھر سے"ان کا لہجہ نرم تھا طنز سے عاری۔"کیف بتا رہا تھا مین سڑک کے فٹ پاتھ پر اکیلی بیٹھی ہوئی تھی"

"ارے میں کیا چھوٹی سی بچی ہوں کہ کسی کی انگلی پکڑ کر ہی نکلوں گھر سے۔"نانی برا منا کر بولیں۔

"بات چھوٹے یا بڑے پن کی نہیں ہے خالہ جان! لیکن آپ کی آنکھیں بھی کمزور ہو رہی ہیں خدا نخواستہ کوئی حادثہ ہو سکتا تھا۔" صباحت تائی جان نے نرمی سے ہی کہا۔

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں آپا! لیکن اماں میری سنتی کب ہیں۔" لاچاری سے کہا۔

"وہ تو اس لئے کیونکہ نانی کو سنائی کم دیتا ہے ورنہ تو اچھے بچوں کی طرح ہر ایک کی بات مانتی ہیں۔"

"تم تھوڑی دیر کے لئے خاموش نہیں بیٹھ سکتی۔" روشن امی نے جھنجھلا کر کہا۔

"اچھا سوری۔" وہ ہونٹوں پر انگلی رکھ کر بیٹھ گئی لیکن اگلے ہی منٹ پھر کچھ یاد آگیا۔

"لیکن اب بس کریں ناں روشن امی! پہلے ہی نانی گم ہو کر تھک گئی ہوں گی ویسے بھی گم ہونا کوئی آسان کام ہے اچھی خاصی محنت لگتی ہے کیوں نانی؟" وہ زیادہ نانی کی ہمدرد بنی۔ نانی بات سمجھیں یا نہیں اثبات میں زور و شور سے سر ضرور ہلانے لگیں۔

"آپ سو جائیں نانی! میں آپ کی ٹانگیں دبا دیتی ہوں۔"

اس نے نانی کو لٹا دیا۔ اور ان کی ٹانگیں دبانے لگی۔

صباحت تائی جان کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔ عجیب لڑکی تھی وہ۔ وہ مسکراہٹ چھپاتیں باہر نکل گئیں روشن بھی ان کے پیچھے تھیں۔ اسی وقت کیف کمرے میں داخل ہوا۔ خوش نصیب کو نانی کی ٹانگیں دباتا دیکھ کر رگ شرارت پھڑک اٹھی۔

"کوئی ایک بندہ رکھوالی کے لئے یہیں بیٹھ جائے اس کا کوئی پتا نہیں پاؤں دباتے دباتے گردن ہی دبا دے۔" ماہ نور سے بولا۔

"یہ میری نانی کے پاؤں ہیں تمہارے نہیں کہ مجھے گردن دبانے کا خیال آئے۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"آئے ہائے" کیف شرارت سے مسکراتا ہوا لہک کر بولا۔ "اس کا مطلب خیالوں خیالوں میں تم میرے پاؤں بھی دباتی ہو تم سیدھی جنت میں جاؤگی ابھی سے خدمت گزار بیویوں والے خیالات ہیں۔۔"

"پاؤں نہیں شہ رگ دباتی ہوں یقین کرو خواب میں تو کئی بار میں نے گڑھا کھود کے تمہیں دفن بھی کیا ہے۔"

"کس قدر ظالم لڑکی ہو تم۔" وہ اس قدر مایوس نہیں ہوا تھا جس قدر مایوس شکل بنا کر دکھائی تھی۔

"ظالم میں ہوں یا تم؟ بتا نہیں سکتے تھے کہ نانی مل گئیں ہیں میں ایسے ہی اتنی دیر خوار ہوتی رہی"

کیف شرارت سے ہنستا رہا جواب البتہ نہیں دیا۔

"چھوڑ آئے اسے؟" اچانک خوش نصیب کو یاد آیا۔

کیف نے ناک چڑھا کر اسے دیکھا۔"تمہیں بڑی فکر ہو رہی ہے اس کی۔"

"ہاں تو کیوں نہ ہو"وہ کندھے اچکا کر بولی۔"اتنی اچھی گاڑی تھی اس کے پاس۔"ایسے کہا جیسے بڑی معقول وجہ بتا رہی ہو۔

"میں اچھی گاڑی لے لوں تو میری بھی فکر کرو گی؟"

"ہرگز نہیں"خوش نصیب اب کی بار شرارت سے بولی۔"اسے دیکھا تھا تم نے ایک تو گاڑی اتنی اچھی اوپر سے وہ خود انگلش فلموں کا ہیرو لگ رہا تھا۔اور تم تو پنجابی فلموں کے ہیرو بھی نہیں لگتے۔"

"کون ؟کس کی بات ہو رہی ہے؟"ماہ نور نے پوچھا۔

"تھا ایک۔"جلدی سے بولی۔"فرصت سے تمہیں بتاؤں گی ابھی تو میں تھک گئی ہوں قسم سے ماہ نور!ایک اچھی سی چائے تو پلا دو میری بہن!"مطلب کے وقت لہجے کی شیرینی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

"لاتی ہوں تم پیو گے کیف؟"

"نہیں میں بس خالہ نانی کو دیکھنے آیا تھا۔"

اس نے نفی میں سر ہلا دیا پھر باہر جانے سے پہلے عادتاً خوش نصیب کی طرف دیکھا۔نانی کی ٹانگیں دباتی دباتی وہ خود بھی نیم دراز ہو چکی تھی۔اور تقریباً تقریباً نیند کی وادی میں

اترنے کو تھی۔ کیف باہر نکل گیا اور دروازہ تھوڑا سا کھلا رہنے دیا تا کہ برآمدے کی روشنی خوش نصیب کو تنگ نہ کرے۔

اتنا خیال، ایسی محبت، اس کا دعویٰ غلط نہیں تھا ایسے چاہنے والوں کے لئے لڑکیاں منتیں مان لیتی ہیں۔راتوں کو جاگ جاگ کر وظیفے کرتی نہیں تھکتیں اور جس کو بن مانگے ایسی محبت مل رہی تھی وہ محبت کے ادراک سے کوسوں دور تھی۔

لاپرواہ، اپنی دنیا میں مگن، اندر کمرے میں نانی کے پلنگ پر لیٹی نیند سے پہلے کسی اور ہی خواب میں گم ہو رہی تھی جہاں پیسے کی ندیاں بہہ رہی تھیں اور ایک کالی مخمل سے بنی ہوئی گاڑی تھی جس کے کھلے ہوئے دروازے سے انگلش فلموں کا ہیرو باہر نکل رہا تھا۔

وہ اسے قریبی ڈسپنسری لے آئے۔

ڈسپنسر نے بغور زخم کا معائنہ کیا اور بینڈیج کر دی۔

"یہ کسی کیڑے کے کاٹنے کا زخم نہیں ہے یہ چھری یا کسی تیز دھار چیز سے کٹ لگایا گیا ہے۔" وہ اپنی میز کے پیچھے لگی الماری سے دوائیاں نکالتے ہوئے بولا۔

معاویہ اور آئے کت پہلے بھی پریشان تھے لیکن اس انکشاف نے ان دونوں کو مزید پریشان کر دیا مگر آپس میں کوئی بات کے بغیر انہوں نے دوائیاں وصول کیں اور وسامہ کو لیکر

باہر آگئے۔وہ اپنی بیساکھی کے سہارے اسوقت خود چل سکتا تھا اس لئے سہارے کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی لیکن وہ گم صم تھا۔

جو کچھ فلک بوس میں اس کے ساتھ ہو رہا تھا وہ اچھے خاصے انسان کو چکرا دینے کے لئے کافی تھا۔

جس وقت معاویہ نے اس کے لئے جیپ کا دروازہ کھولا۔وسامہ نے ایک نظر اسے دیکھا۔

"میں نے تم دونوں کو پریشان کر دیا ہے۔"وہ بہت زیادہ شرمندہ لگ رہا تھا۔

معاویہ نے ایک گہری سانس بھر کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"اس بارے میں فلک بوس جا کر بات کریں گے۔"

وسامہ کے چہرے پر ایک دم سے خوف لہرایا۔اس حلق تر کیا اور بولا۔

"میں فلک بوس نہیں جاونگا۔"اس کا لہجہ ضدی نہیں تھا التجا آمیز تھا۔

معاویہ اور آئے کت چپ کے چپ رہ گئے۔وہ اس کی جھجک سمجھ سکتے تھے۔پھر معاویہ نے پہلے اسے جیپ میں بٹھایا۔آئے کت اس کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔معاویہ نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور پورا کا پورا اس کی طرف مڑ گیا۔

"فلک بوس میں کچھ نہیں ہے وسامہ! کوئی بدروح، کوئی آسیب کا نام ونشان

نہیں ہے وہاں یہ صرف تمہارا وہم ہے اور کچھ نہیں۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتا بہت نرم لہجے میں بول رہا تھا۔

"معاویہ بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے" آئے کت نے کہا۔" آپکا وہم ہے جسے آپ نے دماغ پر سوار کر لیا ہے کل میں پوری رات آپ کے پاس تھی اگر ہم دونوں کے علاوہ کوئی اور کمرے میں آیا ہوتا تو کم از کم مجھے تو پتا چلتا"

"یہ زخم میری اس بات کی سب سے بڑی گواہی ہے کہ میں جھوٹ نہیں بول رہا۔" وسامہ نے بے بسی سے کہا تھا۔

"کون کہہ رہا ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔" معاویہ نے جلدی سے کہا۔

"میں نے چیک کیا ہے وسامہ! یہ کسی کیڑے کے کاٹنے کا نشان ہے۔"

"تم نے ڈاکٹر کی بات نہیں سنی"

"وہ ڈاکٹر نہیں ڈسپنسر تھا" معاویہ نے کہا۔

"اور وہ مجھے اتنا کوالیفائیڈ بھی نہیں لگا۔" اب آئے کت نے کہا۔" آپ جانتے ہیں میں نے چھ سال بطور نرس کام کیا ہے کوئی بھی میڈیکل کی الف بے جاننے والا ایک نظر دیکھ کر ہی بتا سکتا ہے کہ یہ کسی چھری بلیڈ کا زخم نہیں ہے بلکہ کسی کیڑے کے کاٹنے کا زخم ہے"

وسامہ سر جھکائے سنتا رہا۔یہ سمجھنا مشکل تھا وہ قائل ہوا ہے یا نہیں۔

معاویہ کے اشارہ کرنے پر آئے کت نے دوبارہ بولنا شروع کیا۔

"یہ روح، آسیب، جن، بدروح کچھ نہیں ہوتا وسامہ! ان باتوں کو اپنے ذہن پر سوار مت کریں اگر آپ کے دل میں کوئی ڈر ہے تو ہم فلک بوس میں قرآن پڑھیں گے اللہ کے کلام میں بڑی برکت ہوتی ہے دیکھئے گا سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ بہت دکھ کے ساتھ بول رہی تھی۔اسے وسامہ کی حالت تکلیف پہنچا رہی تھی۔

معاویہ نے رخ بدلا اور گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔

"میں طالب ماموں سے بات کرتا ہوں اپنی ناراضگی ختم کریں۔تم دونوں کا فلک بوس سے چلے جانا ہی بہتر ہے۔"اس نے جیپ اسٹارٹ کی اور بشام کے اونچے نیچے راستوں پر سفر شروع ہو گیا۔

موبائل کی بپ بج رہی تھی معاویہ کا ارتکاز ٹوٹ گیا۔

چونک کر فون اٹھایا پھر آف کر کے سائیڈ پر پھینک دیا۔اسے وہ رات یاد آرہی تھی جب وسامہ کی وجہ سے وہ اور آئے کت بہت دیر تک جاگتے رہے تھے۔

وسامہ نے اپنے بیڈروم میں جانے سے انکار کر دیا تھا۔وہ تینوں آتش دان والے کمرے میں آگئے تھے۔وسامہ باتیں کرتا وہیں صوفے پر سو گیا تھا۔آئے کت نے اس پر لحاف

پھیلا دیا۔خود وہ دونوں آتش دان کے قریب بیٹھ گئے۔آتش دان میں الاؤ روشن تھا اور الاؤ کی روشنی سیدھی ان دونوں پر پڑ رہی تھی۔

"تم نے یہ کیوں کہا کہ ہمیں فلک بوس سے چلے جانا چاہیے؟یہاں سے نکل کر میں اور وسامہ کہاں جائیں گے؟ہمارے پاس تو اتنے پیسے بھی نہیں ہیں کہ ایک کرائے کا گھر ہی افورڈ کر سکیں۔"

"تم نے شاید پوری بات نہیں سنی میں نے کہا تھا میں طالب ماموں سے بات کرتا ہوں تم دونوں ان کے گھر شفٹ ہو جانا۔"معاویہ نے کہا۔

"تم جانتے ہو یہ ممکن نہیں ہے۔"آئے کت نے تیزی سے کہا تھا۔"تمہارے ماموں کے نزدیک پسند کی شادی اتنا بڑا گناہ ہے کہ وہ کسی صورت وسامہ سے ناراضی ختم نہیں کریں گے۔"

"ضروری نہیں ہے۔"معاویہ کافی پرامید تھا۔

"ضروری ہے"آئے کت نے پھر جلدی سے کہا۔وہ دونوں وسامہ کی نیند خراب ہونے کے ڈر سے دانستہ آوازیں دبا کر بول رہے تھے۔
"ان کی ناراضگی اگر ختم ہونا ہوتی تو کم سے کم اس وقت ہی ہو جاتی جب وسامہ کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا بیٹا ساری زندگی کے لئے ایک ٹانگ سے معذور ہوگیا اور وہ اسے ایک نظر دیکھنے بھی نہیں آئے۔"وہ بدگمان سی بول رہی تھی۔

"ان سب باتوں کا ذکر کم سے کم اسوقت مت کرو۔" معاویہ نے جھنجھلا کر کہا۔

"یہ جو کچھ وسامہ کے ساتھ ہو رہا ہے اس کے پیچھے انہی سب باتوں اور رویوں کا ہاتھ ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ" معاویہ کشنز کے سہارے نیم دراز تھا اس نے سر کے پیچھے ہاتھوں کا چھجا سا بنا رکھا تھا۔ روشن دان کی چٹختی ہوئی لکڑیوں کی طرف دیکھ کر بولا۔

"مطلب یہ کہ وسامہ بہت جذباتی انسان ہے۔ عام سے عام بات کو بھی اتنی شدت سے محسوس کرتا ہے کہ بعض دفعہ حیرت ہونے لگتی ہے کہ کوئی اتنا کیسے سوچ سکتا ہے مجھے لگ رہا ہے طالب ماموں کی ناراضی کو اس نے دماغ پر سوار کر لیا ہے۔ ہو سکتا ہے ان کی ناراضی ختم ہونے کا خیال اس کی ذہنی رو بدل دے۔"

آئے کت نے جواب نہیں دیا خاموش ہو گئی۔

"اچھا تم بیٹھو میں ذرا اوپر آیو شمق سے مل کر آتا ہوں۔" معاویہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا؟" آئے کت کو جھٹکا لگا۔

"مزاق کر رہا ہوں۔" معاویہ ہنس پڑا تو آئے کت بھی اپنے ری ایکشن پر جھینپ کر مسکرا دی۔

"ذرا اوپر کا ایک چکر لگا کر آتا ہوں"

"معاویہ!" آئے کت نے بے ساختہ کہا۔ "اس وقت مت جاو"

"یعنی تمہیں بھی لگتا ہے آیو شمتی مجھے پکڑ لے گی۔" اس نے مسکراہٹ ہونٹوں میں دبا کر کہا۔

آئے کت جھینپ کر ہنسی۔ "یہ مطلب نہیں تھا میرا۔"

"میں آتا ہوں پھر صبح سارے ملازموں کو بھی اکٹھا کروالیے تو مجھے یقین ہے وسامہ کے ذہن پر ماموں کی ناراضگی کا اثر ہو رہا ہے لیکن اگر اس کے علاوہ کوئی بات ہے تو مجھے اس کی تہہ تک پہنچنا ہے۔"

کہتے ہوئے وہ باہر نکل گیا تھا۔

کیف چلا گیا اور اپنے ساتھ ساتھ گھر کی رونق بھی لے گیا۔

لیکن خوش نصیب خوش تھی اسے کسی کے ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ ایک صبح بیدار ہوئی تو روشن امی نے کہا۔

"اپنا اور ماہ نور کا جتنا سامان اس کمرے میں ہے سمیٹ لو اور سنو اماں کہ دوائیاں احتیاط

سے اٹھانا۔اتنی مہنگی دوائیاں ہیں ایک بھی شیشی ٹوٹ گئی تو خریدنے کے لئے اگلے مہینے کا انتظار کرنا پڑے گا۔"

"سامان کیوں سمیٹنا ہے ؟ہمیں بڑا کمرہ دے رہے ہیں تایا جان؟"اس نے ایک دم سے خوش ہو کر پوچھا تھا۔بڑے کمرے میں جاکر رہنے کا خواب کئی سال پرانا تھا۔

"بڑے کمرے میں نہیں جا رہے"روشن امی نے حسب معمول عام سے لہجے میں بہت دھیمی آواز میں کہا تھا۔"ہم اوپر والے پورشن میں جا رہے ہیں۔بھائی صاحب نے چھت والا کمرہ ہمیں دیا ہے۔"

"اوپر والا پورشن چھت والا کمرہ"خوش نصیب کو شدید صدمہ پہنچا۔

"چھت پر تو صرف ایک کمرہ ہے امی!اور اس میں تو طوطے بھائی کے کبوتر رہتے ہیں۔"

"اسی کمرے کی بات کر رہی ہوں"

"تو کبوتر کہاں جائیں گے۔"جرح کا آغاز ہوا۔

"کبوتروں کا کیا ہے؟ ڈربے میں رکھ دیں گے۔کمرہ صاف ہو جائے گا۔"

"یعنی ایک گندے کمرے سے نکال کر ہمیں دوسرے گندے کمرے میں بھیجا جا رہا ہے؟"وہ غصے میں آگئی۔

"اب کسی بے تکی بحث کو شروع مت کرنا خوش نصیب!" ذرا جھنجھلا کر بولیں۔ "اس کمرے کی ضرورت ہے ان لوگوں کو فضیلہ کے کوئی دور پار کے رشتہ دار آ رہے ہیں۔وہی یہاں ٹھہریں گے اگر ہم کسی کے کام آجائیں تو آخر اس میں برائی کیا ہے؟"

خوش نصیب جانتی تھی وہ اسے ٹھنڈا کرنے کے لئے باتوں میں الجھا رہی تھیں۔مشکل زندگی کو آسان بنانے والے راستے دکھا رہی تھیں۔

لیکن اسے کوئی دلچپی نہیں تھی۔بچپن سے لیکر اب تک روشن امی نے اسے اور ماہ نور کو اپنادل مار کر دوسروں کی رضا میں راضی رہنا سکھایا تھا۔لیکن خوش نصیب ان کی باغی بیٹی تھی جو بات ایک عام بچے کو سمجھانا آسان ہوتا تھا اس کو سمجھاتے ہوئے وہ بھی درد سر بن جاتی تھی۔

"ان سے کہیں کبھی ہمارے کام بھی آجایا کریں۔"

"تم سامان سمیٹنا شروع کرو ماہ نور کچن میں برتن دھو رہی ہے"

"میں نہیں سمیٹ رہی پہلے مجھے تایا جان سے بات کرنے دیں۔" اس نے ضدی لہجے میں کہا۔

"ان سے کیا بات کرو گی؟" روشن امی اس کا ارادہ بھانپ کر ٹھٹھک گئیں۔

"یہی کہ ہمیں کوئی بہتر کمرہ دیا جائے"

"گھر میں خالی کمرے ہیں ہی کتنے خوش نصیب؟کہ ہمیں دیا جائے؟"

"کمرہ خالی بھی تو کروایا جا سکتا ہے آخر ہم بھی تو خالی کریں گے تبھی تو فضیلہ چچی کے مہمان، ٹھہریں گے۔"اس کے پاس جواب تیار تھا۔

"کمرہ خالی کرنے کا فضیلہ نے نہیں کہا صابر بھائی صاحب نے کہا ہے۔وہ بڑے ہیں ان کی بات ٹالی تو نہیں جا سکتی۔"

"تایا جان سربراہ ہیں اس گھر کے جب وہ فضیلہ چچی کے مہمانوں کے لئے ہمارا کمرہ خالی کروا سکتے ہیں تو ہمارا خیال کبھی کیوں نہیں آیا روشن امی!؟"

"غلطی ہو گئی مجھ سے جو سامان سمیٹنے کا تمہیں کہہ دیا"وہ اپنا سر پکڑ کر بولیں۔"ماہ نور کو کہتی تو اب تک آدھا کام ہو بھی چکا ہوتا۔"

"روشن امی!یہ زیادتی ہے"پہلے غصہ،پھر ناراضی اور اب بے بسی کا احساس۔اس کی آنکھوں میں آنسو ہی آ گئے۔

"طوطے بھائی کے کبوتروں کو نہیں دراصل ہمیں ڈربے میں منتقل کیا جا رہا ہے"

"ارے آواز آہستہ رکھو کوئی سن لے گا تو مصیبت ہو گی۔"وہ گھبرا گئیں۔

"سنتا ہے تو سنے"وہ روتے روتے زور سے بولی۔"جب تایا جان اوپر والے کمرے کی بات کر رہے تھے تو آپ کو احتجاج کرنا چاہیئے تھا ہم کیوں اپنا کمرہ چھوڑیں؟"

"میں احتجاج نہیں کر سکتی خوش نصیب! احتجاج میں سب سے پہلے زبان کو تالا لگانا پڑتا ہے، اعتراضات کا گلا گھونٹنا پڑتا ہے میں تمہیں کس زبان میں سمجھاؤں ان لوگوں کو ہماری ضرورت نہیں ہے بلکہ ہمیں ان کی ضرورت ہے یہ چھت جو تمہارے بابا کے بھائیوں نے ہمیں دے رکھی ہے بہت بڑی غنیمت ہے ان سے جھگڑا کریں گے تو سڑک پر رہنا پڑے گا اور سڑک پر رہنے والی عورت کی کوئی عزت نہیں کرتا۔"

خوش نصیب نے آنسوؤں بھری آنکھوں کے ساتھ انہیں دیکھا۔ناراضی سے سر جھٹکا اور بھاگتی ہوئی باہر نکلی لیکن دروازے میں رک گئی اور پلٹ کر بولی۔

"میں اس مہمان کو یہاں سے بھگا دوں گی آپ دیکھیے گا میں اس کے ساتھ کرتی کیا ہوں۔"دھمکانے والے انداز میں کہتی وہ باہر نکل گئی تھی۔روشن اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔

رات بھر بارش برسی۔صبح نیویارک بیدار ہو کر پھر سے نکھرا ستھرا چاک و چوبند ہو گیا۔

سینٹ فرانسس کے کراس کلچرل سائیکالوجی ڈیپارٹمنٹ کے کیفے ٹیریا میں فی بی،منفرا،ایڈی ،جین،ایرک اور ان کے کچھ مزید کلاس فیلو سر سے سر جوڑے بیٹھے اپنا اگلا پراجیکٹ ڈسکس کر رہے تھے۔آخری تاریخیں سر پر تھیں اور ان میں سے کسی نے بھی اپنا کام پورا نہیں کیا تھا۔ اس روز سردی ضرورت سے کچھ زیادہ تھی منفرا نے اپنی لیدر جیکٹ کے ساتھ براؤن اونی ٹوپی پہنی۔سلکی بالوں کی لیئرز چہرے پر دائیں بائیں پھیلی رہنے دیا تھا۔

اچانک بہت زچ ہو کر جین نے ہاتھ میں پکڑا پوائنٹر جرنل پر پھینک دیا اور اکتائے ہوئے انداز میں بولی۔

"اوہ گاڈ! یہ کیا مصیبت گلے پڑ گئی ہے مجھے نہیں لگتا ہم ویکیشنز تک یہ پراجیکٹ مکمل کر پائیں گے۔"

"ایگزیکٹلی" پریتی نے کہا۔ "اور اگر پراجیکٹ مکمل نہ ہوا تو ڈاکٹر ریمسن ہم سب کی بینڈ بجا دیں گے۔"

وہ سب ہی اس بات سے متفق تھے۔

"کاش! وہ دن آنے سے پہلے کوئی جن ،بھوت یا بدروح مجھ پر بھی عاشق ہو جائے اور میں کچھ وقت کے لئے اس دنیا سے غائب ہو جاؤں۔" ایرک نے منہ بنا کر کہا تھا۔

فی بی ہنسی۔ "اب اگر تمہارے دوست کے کزن کی بیوی کو کوئی جن اٹھا کر لے گیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تمہارے ساتھ بھی ایسا اتفاق ہو سکتا ہے۔"

اس بات پہ پھر کچھ لوگ ہنسے باقی سب نے تعجب کا اظہار کیا۔

"یہ کیا بات کر رہی ہو فی بی؟" منفرا نے پوچھا۔

"ارے میں تو بھول ہی گئی" فی بی نے منفرا کو دیکھ کر شرارت سے کہا تھا۔ "یہ بات منفا کو بتانی چاہیئے تھی اسے معاویہ شیرازی میں دلچسپی ہے اس کی کہانی میں بھی ہو گی۔"

"بکو مت مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے اس میں۔" منفرا نے فی بی کی شرارت کو انجوائے کرتے ہوئے کہا تھا۔

فی بی ہنس رہی تھی۔ "کب تک چھپاؤ گی۔"

"دلچسپی نہیں ہے تو اچھی بات ہے ویسے بھی وہ اتنا پراسرار انسان ہے کہ کسی لڑکی کا اس میں دلچسپی نہ لینا ہی بہتر رہے گا۔"

"ایرک! منفا کو اس کی کہانی تو سناؤ۔" فی بی نے ٹھک سے سوفٹ ڈرنک کا کین کھولا اور ایک بڑا سا گھونٹ بھر کر کہا۔ "منفا کو وہ اچھا لگتا ہے پھر وہ اس کا ہم وطن بھی ہے۔" فی بی ابھی بھی شرارت سے باز نہیں آرہی تھی۔

منفرا نے اسے خاموش کروانے کے لئے ایک دھپ رسید کی تھی جواباً فی بی نے اپنا کین اسکی طرف بڑھا دیا۔

"ریئلی؟ ایرک سچ فی بی ٹھیک کہہ رہی ہے اس نے منفرا کی طرف دیکھ کر پوچھا۔" اگر ایسی بات ہے پھر تو واقعی تمہیں معاویہ کی ساری حقیقت پتا ہونی چاہیے میں سبین سے اور پوچھونگا اس کے بارے میں۔"

فی بی کا اصرار تھا۔ "باقی سب بعد میں پوچھتے رہنا ابھی جتنا پتا ہے وہ تو بتاؤ منفا کو۔"

"منفرا ڈر جائے گی۔" ایرک نے خدشہ ظاہر کیا۔

"یہ بہادر لڑکی ہے۔"فی بی شرارت سے مسکرائی۔

"پلیز ایرک اب بتا دو کیونکہ جب تک تم بولو گے نہیں فی بی اسی طرح اصرار کرتی رہے گی۔"منفرا نے مسکرا کر کہا تھا۔

"بھئی بات یہ ہے کہ معاویہ کی ہونے والی بیوی پر کوئی بدروح عاشق ہو گئی تھی"ابھی اس نے اتنا ہی جملہ بولا تھا کہ منفرا جو سوفٹ ڈرنک کا ایک بڑا سا سپ بھر چکی تھی اسے اتنے زور سے ہنسی آئی جسے روکنے کے چکر میں اسے بری طرح کھانسی آ گئی۔ڈرنک کے کچھ چھینٹے سامنے میز پر گرے۔

اب وہ کھانس رہی تھی اور ہنس رہی تھی بلکہ صرف وہ ہی نہیں باقی سب نے بھی ہنسنا شروع کر دیا تھا۔

"کم آن یہ ہنسنے کی بات نہیں ہے"ایرک نے کہا۔"تم سب مزاق سمجھ رہے ہو اور اس بیچارے کی پوری زندگی برباد ہو گئی۔"

"یہ کس دور کا انسان ہے بھئی جس کی ہونے والی بیوی پر کوئی بدروح عاشق ہو گئی تھی"ایک دوست نے کہا۔

"کہیں وہ بدروح کوئی پرانا ناکام عاشق نہ ہو۔"فی بی نے بھی محظوظ ہوتے ہوئے پوائنٹ دیا تھا۔"اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بدروح وہ خود ہی ہو کتنا پراسرار سا لگتا ہے وہ۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" ایرک نے کہا۔ "اس بیچارے کی کہانی بہت افسوس ناک ہے۔اسی بدروح کی وجہ سے معاویہ کے بھائی نے خودکشی کر لی تھی اور اس بھائی کی بیوی پاگل ہو گئی تھی تم لوگوں کو ایسے مزاق نہیں اڑانا چاہیئے۔"

اب سب ہی ایک دم سے خاموش ہوئے۔یہ دونوں باتیں ہی افسوس ناک تھیں۔

"مجھے افسوس ہوا باقی کسی کا مجھے پتا نہیں لیکن مزاق میں ہرگز نہیں اڑا رہی میں بس اس بدروح والی بات پر یقین کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔" منفرا نے ٹیبل پر رکھی اپنی فائلز سمیٹتے ہوئے کہا۔

"بلکہ میں حیران ہوں اگر وہ لڑکا مسلم ہے تو ایسی باتوں پر کیسے یقین کر سکتا ہے۔"

"لیکن مسلمز کی کتاب میں نوری مخلوق کا ذکر ہے" جین نے کہا۔ "مجھے یاد ہے بچپن میں جب ہم چرچ جاتے تھے تو فادر نے بتایا تھا۔"

"ہاں قرآن پاک میں نوری مخلوق کا ذکر ہے لیکن اس نوری مخلوق سے مراد جن ہیں بدروح نہیں۔" اس نے اطمینان سے کہا۔ "اللہ نے جیسے اچھے اور برے انسان بنائے ہیں ٹھیک ویسے ہی اچھے اور برے جن بھی بنا دیئے ہیں لیکن چونکہ دنیا انسانوں کے لئے بنائی گئی تھی اس لئے انسانوں کو برے جنوں کے شر سے بچنے کا طریقہ بھی بتا دیا ہے۔"

میری دادی کہتی تھیں جن آتماؤں اپنی کسی کوتاہی کی وجہ سے مکتی نہیں ملتی وہ پھر دنیا میں بھٹکتی رہتی ہیں اور انسانوں کو نقصان پہنچاتی ہیں۔" پریتی ملہوترا نے کہا۔

"ہو سکتا ہے معاویہ کی بیوی پر بھی کوئی ایسی ہی آتما عاشق ہو گئی ہو۔"فی بی نے پھر نیم سنجیدہ انداز میں کہا تھا۔

"ساری بات اعتقاد کی ہے۔"منفرا نے کہا۔"میری مام کہتی ہیں۔دنیا میں ہر وہ چیز موجود ہے جس پر آپ یقین رکھتے ہیں خیر یہ ایک لمبی بحث ہے اور مجھے ابھی کلاس اٹینڈ کرنی ہے۔"وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی باہر کی طرف چلی گئی تھی۔

خوش نصیب رو کر گھر سے نکلی تھی بلاوجہ چلتی چلی گئی۔

ناراضگی اتنی شدید تھی کہ مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔رو چکی تھی اب رونے کی خواہش نہیں تھی لیکن سینے میں سسکیاں سی ڈوب ابھر رہی تھیں۔

بس نہ چلتا تھا کچھ کر ڈالے۔کچھ ایسا کہ دل کو سکون ملے۔

چھوٹی چھوٹی گلیوں سے نکلی تو سامنے بیری والے پیر کا مزار آ گیا۔خوش نصیب کو کوئی کام تو نہیں تھا پھر بھی سر پر دوپٹہ رکھا۔جوتی اتار کر مزار کے اندر گئی۔صحن میں چاروں طرف پیروں فقیروں کا ڈھیر لگا تھا۔کہیں تعویز گانٹھ کر دیئے جا رہے تھے اور کہیں جادوئی پانی کا استعمال سمجھایا جا رہا تھا۔کہیں چینی اور نمک کی پڑیاں شوہر قابو کرنے،اور ساس نندوں کے کس بل نکالنے جیسے تیر بہدف نسخوں کے طور پر بانٹی جا رہی تھیں۔خوش نصیب

سیدھی بابا جی کی قبر کے سامنے گئی۔فاتحہ پڑھی۔باہر آکر مرکزی دروازے کے دائیں بائیں لگے بیری کے درختوں سے مٹھی بھر میٹھے بیر توڑے اور ایک بار پھر چل پڑی۔

کہیں چلی ،کہیں رکی۔دل سے عناد البتہ نہ نکل سکا تب تھک کر فٹ پاتھ کے کنارے بیٹھ گئی۔جو اللہ سے شکوے شکایتوں کا سلسلہ شروع ہوا تو رکنا کا نام نہ لیا۔اسی اثنا میں کالی وٹز سامنے آکر رکی۔

خوش نصیب کا دل جلا ہوا تھا گاڑی پر دھیان نہ دیا۔پہلے وہ منتظر رہا پھر جب دیکھا وہ منہ بسورے بیٹھی ہے تو باہر نکل آیا۔

پاس آکر کھنکھار کر گلا صاف کیا۔خوش نصیب متوجہ ہوئی تو بوخوشدلی سے بولا۔

"ہیلو"

"ارے آپ؟"وہ اپنی جگہ سے بے ساختہ کھڑی ہوئی۔

"آج کیا آپ راستہ بھول گئی ہیں ؟"وہ ہنس کر پوچھ رہا تھا۔

خوش نصیب نے جلدی سے نفی میں سر ہلایا۔

"آیئے میں ڈراپ کر دیتا ہوں؟"

"نہیں شکریہ میں چلی جاوں گی۔"

"اچھا"وہ مایوس سا ہو گیا۔

"میں نے سوچا تھا آپ ساتھ ہو گی تو میری گاڑی نکلوا دیں گی اتفاق سے میں آج پھر راستہ بھول گیا ہوں۔"اس نے خفیف سی شرارت کے ساتھ کہا تھا۔

خوش نصیب کو بھی ہنسی آگئی۔"آخر آپ کو جانا کہاں ہے جو ہر دوسرے روز یہاں گاڑی پھنسا کر بیٹھ جاتے ہیں۔"

"کچھ کام ہوتا ہے یہاں لیکن اللہ بھلا کرے کیف جیسے لوگوں کا جو صحیح راستہ دکھا دیتے ہیں۔"

کیف کے ذکر پر خوش نصیب کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

"لیکن خیر چلتا ہوں کوئی نہ کوئی تو کیف کے جیسا نرم دل انسان مل ہی جائے گا"وہ گاڑی کی طرف مڑا پھر بولا۔

"بائی داوے آئی ایم شامیر"

خوش نصیب نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔اسے تو محض گاڑی سے غرض تھی وہ خود شامیر تھا یا شاہ میر کسے پرواہ تھی۔

میں آیو شمتی ہوں۔

اور لوگ سمجھتے ہیں میں ان کا وہم ہوں۔ایک غلط فہمی۔

میں ان کو چھو کر گزروں تو ہوا کی سرسراہٹ۔

بات کروں تو سانپ کی پھنکار۔

کسی چیز کو گرا کر متوجہ کرنا چاہوں تو دہشت کا منبع۔

فلک بوس کے باسی مجھ سے ڈرتے ہیں،خوف کھاتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔وہ مجھے دیکھ نہیں سکتے تو وہ بھی مجھے نظر نہیں آتے۔

حالانکہ میں وہ ہوں جو ان کے رازوں کی امین ہوں۔میں نے وہ سب سنا جو کسی نے نہیں سنا۔میں نے وہ سب دیکھا جو کبھی کسی کو دیکھنے نہیں دیا گیا اور کبھی کسی کو دکھائی ہی نہیں دیا۔

وہ میری کہانیاں نگر نگر بیان کرتے ہیں لیکن میں نے ان کے راز آج تک فاش نہیں کیے۔

کیوں نہیں کیے؟

پتا نہیں شاید اس لیے کیونکہ میں آیو شمتی ہوں ہمیشہ زندہ رہنے والی اور زندہ رہنے کے لیے بڑے کشٹ اٹھانے پڑتے ہیں۔

باقی آئندہ۔۔۔۔